جامعہ دارالعلوم کراچی

کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

ربیع الاول ۱۴۴۰ھ / دسمبر ۲۰۱۸ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بلاغٌ لِلناس

جلد ۵۴ — شمارہ ۳
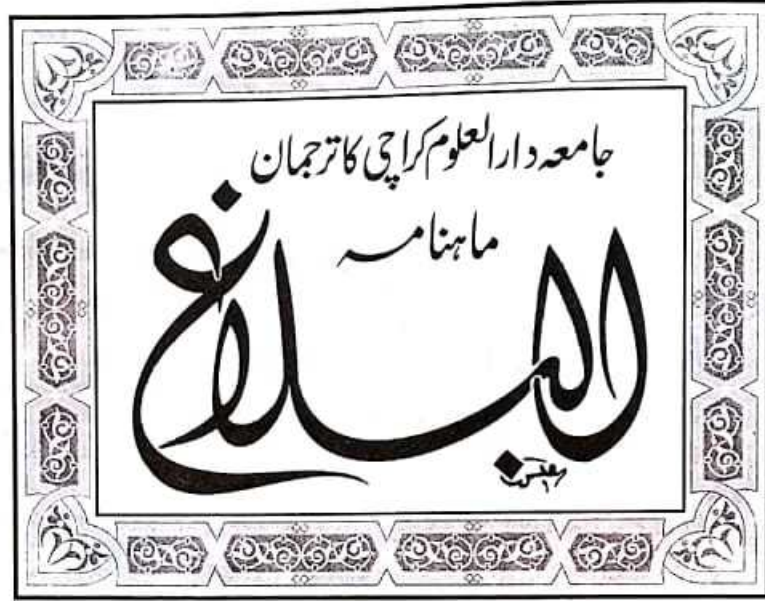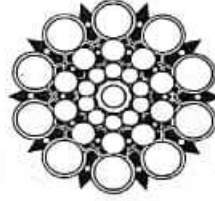
ربیع الاول ۱۴۴۰ھ / دسمبر ۲۰۱۸ء

نگران

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر مسئول

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت

مولانا محمود اشرف عثمانی — مولانا راحت علی ہاشمی

زیر انتظام — فرحان صدیقی

ترتیب

ذکرو فکر

آسان ترجمۂ قرآن

مقالات ومضامین

نقوش رفتگان

آپ کا سوال

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب و روز

نقد وتبصرہ

فی شمارہ ....۔/۳۵ روپے

سالانہ زرتعاون ....۔/۴۰۰ روپے

بذریعہ رجسٹری ....۔/۵۵۰ روپے

سالانہ زرتعاون

بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور

یورپی ممالک..............۳۵ ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب

امارات......................۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش.............۲۵ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

فون نمبر:۔ 021-35123222

021-35123434

بینک اکاونٹ نمبر

9928-0100569829

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی
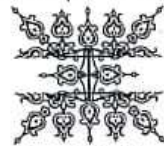
Email Address:

monthlyalbalagh@gmail.com

www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر:۔ محمد تقی عثمانی

پرنٹر:۔ القادر پرنٹنگ پریس کراچی

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، مدظلہم
استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

آسیہ مسیح کے فیصلے پر نظر ثانی کی جائے

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

گاؤں اٹانوالی، تھانہ صدر ننکانہ، ضلع ننکانہ، پنجاب کے گاؤں میں آسیہ مسیح نام کی ایک مسیحی خاتون کے خلاف یہ مقدمہ درج ہوا کہ اس نے دیگر مسلم خواتین کی موجودگی میں قرآن کریم، حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور ایسے بیہودہ الفاظ استعمال کئے جنہیں کوئی مسلمان زبان پر نہیں لاسکتا، خواتین نے خود کسی ردعمل کا اظہار کرنے کے بجائے اِس کی اطلاع گاؤں کے مردوں کو دی جنہوں نے مسجد کے امام صاحب قاری سالم بن حافظ غلام جیلانی کو صورتحال سے آگاہ کیا اور باہمی مشاورت کے بعد مقامی پولیس اسٹیشن میں اس کی ایف۔آئی۔آر۔ درج کرائی گئی، یہ پورا مرحلہ کسی اشتعال کے بغیر اعتدال اور سنجیدگی کے ماحول میں پورا ہوا اور ملزمہ نے مختلف مراحل میں اپنی اس گستاخی کا اعتراف بھی کیا، ایف آئی آر کے بعد ایس پی رینک کے ذمہ دار پولیس افسر سید امین بخاری نے انوسٹی گیشن کے قانونی طریقۂ کار کے مطابق چالان مکمل کرکے یہ کرمنل کیس سیشن کورٹ کے حوالہ کیا جہاں طویل عرصے تک کیس عدالتی مراحل

سے گزرتا رہا اور مضبوط بنیادوں پر قائم یہ کیس اپنے منطقی انجام تک پہنچ گیا کہ توہین رسالت کا جرم ثابت ہونے پر عدالت نے قانون کے مطابق پھانسی کی سزا کا فیصلہ سنا دیا، لیکن اس فیصلے کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی گئی جس کی سماعت منظور کی گئی اور ہائی کورٹ نے طویل عدالتی دورانیہ میں ہر طرح کے قانونی نشیب وفراز سے اس کیس کو گزار کر، قطعی شہادتوں اور مستند ثبوتوں کی اساس پر مبنی سیشن کورٹ کے فیصلے کو برقرار رکھا۔

پہلے سیشن کورٹ اور پھر ہائی کورٹ کی سطح پر سنجیدہ قانونی تقاضوں کے مطابق، طویل دورانیہ تک چلنے اور منطقی نتیجے تک پہنچنے کے بعد سپریم کورٹ میں اس کے خلاف اپیل کی گئی اور اب ۳۱ / اکتوبر کو سپریم کورٹ نے بعض فنی نکات کو بنیاد بنا کر سابقہ دونوں عدالتوں کے متفقہ فیصلے کو کالعدم قرار دیدیا اور ملزمہ کو توہین رسالت کے الزام سے بری کر کے اور بے گناہ قرار دے کر جیل سے رہا کرنے کا حکم صادر کیا ـــــ سپریم کورٹ کے اِس فیصلے پر پورے ملک میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی، جگہ جگہ احتجاجی مظاہرے اور دھرنے شروع ہو گئے، نبی الرحمۃ، محمد مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کی محبت وناموس کا معاملہ ہر مسلمان کے ایمان کا لازمی حصہ ہے اور کمزور سے کمزور مسلمان بھی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت پر جان ومال قربان کرنے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے، یہ ایسا اعتقاد وعقیدت ہے جو ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن میں شامل ہے، اس قدر حساس ترین نوعیت والے معاملے کو جس انداز میں نمٹایا گیا ہے اس کی بنا پر بہت سے ارباب فکر ونظر کا خیال ہے کہ اس حساس ترین معاملے میں پوری بالغ نظری کے ساتھ حکمت، تدبر اور دور اندیشی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، قانونی طور پر اگر اس کیس کی کوئی بنیاد نہیں تھی تو یہ سوال بجا طور پر ہر فرد کی زبان پر ہے کہ ماتحت عدالتیں بھی تو تجربہ کار قانونی ماہرین پر مشتمل تھیں اور انہوں نے پوری دقیقہ رسی، احساس ذمہ داری اور محنت سے طویل مدت تک اس کیس کا ہر زاویہ سے جائزہ لے کر اور ثبوت جرم کا اطمینان کر کے ہی تو فیصلہ صادر کیا تھا، حالیہ فیصلے پر مختلف حلقوں کی طرف سے جو تبصرے آرہے ہیں ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ میں جزوی طور پر بعض فنی اور ٹیکنیکل امور کی بنیاد پر ملزمہ کو شبہ کا فائدہ دے کر سابقہ فیصلوں کو کالعدم اور ملزمہ کو توہین رسالت کے الزام سے بالکل بری قرار دے کر رہا کرنے کا حکم جاری کیا گیا ہے۔

یہ بات بھی بڑی معنی خیز ہے کہ یورپ جہاں مسلمانان عالم کی دل آزاری کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا، جہاں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز، گستاخانہ اور بیہودہ خاکے بنانے کو آزادیٔ اظہار

رائے کا انسانی حق سمجھا جاتا ہے، جہاں ان خاکوں کے مقابلے منعقد کئے جاتے ہیں، جہاں سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین جیسے گستاخان رسالت اور اسلام کے معاندین کو نہ صرف تحفظ دیا جاتا ہے بلکہ اس حرکت پر ان کو ایوارڈ بھی دیئے جاتے ہیں۔آج اُس عالم کفر میں سپریم کورٹ کے اس فیصلے پر جشن کا سماں ہے اور آسیہ مسیح کے لئے مختلف تنظیموں کی طرف سے انعامات کے اعلانات ہورہے ہیں جو زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔

وطن عزیز میں اس فیصلے کے خلاف احتجاج پر امن انداز میں شروع ہوا تھا لیکن پورے ملک کی سطح پر عمومی بے چینی کی اس جیسی صورتحال سے بالعموم اندر اور باہر کے دشمن ضرور فائدہ اٹھاتے ہیں اور پھر معصوم جانوں کا اور قومی املاک کا بڑا نقصان ہوتا ہے، مقتدر قوتوں کو اس صورتحال کی نوبت نہیں آنے دینی چاہئے تھی، پی ٹی آئی کی حال ہی میں برسر اقتدار آنے والی ناتجربہ کار حکومت اور جذباتی وزراء اور کارکنان نے اس حساس دینی معاملے میں حکمت، تدبّر اور دوراندیشی کا مظاہرہ نہیں کیا اور نہ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے مناسب قدم اٹھایا بلکہ جارحانہ رویہ اختیار کیا جس کی وجہ سے بڑا نقصان ہوا، سرکاری اعلان کے مطابق مذاکرات کے دوران ایک معاہدہ طے پا گیا ہے اور اس معاہدے کے اعلان کے بعد بظاہر حالات کے تناؤ میں کمی آگئی ہے، لیکن عوام کے ساتھ حکومت کو بھی پوری ذمہ داری سے اس کا احساس کرنا چاہئے کہ موجودہ مشکل ترین ملکی اور عالمی حالات میں یہ ملک مزید کسی انتشار کا متحمل نہیں ہوسکتا اس لئے اس قضیے کو پوری دانشمندی اور تدبّر سے حل کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان میں کوئی بھی مسلمان یہ نہیں چاہتا کہ عدل وانصاف کے ناگزیر تقاضوں کو نظر انداز کرکے کسی بے گناہ کو ظالمانہ سزا دیجائے اسلامی تعلیمات واحکام کی رو سے باشندگان ملک میں کسی غیر مسلم باشندے کی جان ومال کی بھی حرمت اتنی ہی ہے جتنی کسی مسلمان کی ہے، اسلام کی رو سے جس طرح مسلمان کا قتل موجب قصاص ہے اسی طرح بے گناہ غیر مسلم کو قتل کرنے کی سزا بھی سزائے موت ہے، قتل کرنے والا کوئی مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اسلام جس قدر عدل وانصاف پر زور دیتا ہے اور اسلام کے نظام عدل میں جس قدر احتیاط اور جامعیت ہے اس کی مثال کوئی معاشرہ پیش نہیں کرسکتا۔ شریعت اسلامیہ نے جہاں ثبوت جرم کے لئے منضبط اور سخت معیارات رکھے ہیں وہاں سزاؤں کا بھی ایک فطری اور حکیمانہ نظام قائم کیا ہے، اس توازن کو نظر انداز کرنے سے عدل وانصاف کا نظام ملیا میٹ ہوتا ہے اور معاشرہ ابتری کا شکار ہوجاتا ہے۔

قانون سے وابستہ ہر شخص یہ بھی جانتا ہے کہ اس طرح کے حالات میں یہ اختیار بھی نظام عدل نے دیا ہے

کہ فیصلے پر نظر ثانی کی جائے، کہ فہم وفراست اور بالغ نظری کے بھی درجات ہوتے ہیں اور کسی بھی عدالت کا کوئی رکن معصوم ہونے یا عقل کل ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا، عدالتوں کی دنیا میں یہ آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ بسا اوقات بیرونی عوامل یا ادراک کا نقص فیصلوں پر اثر انداز ہوجاتا ہے، اس لئے یہاں بھی مختلف حلقوں کی طرف سے پرزور انداز میں یہ مطالبہ سامنے آیا ہے، اس پر پوری سنجیدگی سے عمل ہونا چاہئے، اس قانونی حق کو نظر انداز کرنا انتہاپسندی، انا پرستی اور بدخواہی کا طرز عمل ہوگا جس سے ملک وملت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا۔

جامعہ دارالعلوم کراچی کے صدر، حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے بھی اِس ضمن میں میڈیا کو بیان جاری کیا ہے جس میں حکومت پاکستان کے سامنے دو مطالبات رکھے گئے ہیں، یہ بیان اس شمارے میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مولائے کریم ملک وملت کو ہر طرح کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے اور مقتدر حلقوں کو درست سمت میں قدم اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

Jamia Darul-Uloom
Karachi

بانی: مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ دار العلوم کراچی کے صدر و مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی موجودہ نازک صورتحال پر بیان دیتے ہوئے فرمایا کہ ناموسِ رسالت کا مسئلہ ہر مسلمان کے عقیدہ کا وہ لازمی حصہ ہے، جس پر ہر مسلمان اپنی جان، مال کی قربانی کے لئے تیار ہے۔

سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ سے ہر مسلمان انتہائی بیتاب اور پریشان ہے، اور پوری امتِ مسلمہ کے لئے بے تابی اور بےچینی کا باعث ہے، لہٰذا اس پر پُرامن احتجاج کا حق تمام مسلمانانِ پاکستان کو حاصل ہے، اس فیصلہ سے جو صورتِ حال پورے ملک میں پیدا ہوگئی ہے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس فیصلہ کے خلاف ہر ممکن قانونی کارروائی کی جائے۔

حکومتِ پاکستان سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ فوری طور پر دو کام کرے:

۱۔ ایک یہ کہ اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں نظرثانی کی اپیل فی الفور دائر کی جائے۔

۲۔ اور آسیہ بی بی کے ملک سے باہر جانے پر فوری پابندی عائد کرکے اس کا نام ای-سی-ایل (ایگزٹ کنٹرول لسٹ) میں ڈالا جائے۔

ادھر تمام مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ وہ ایک دوسرے کی جان، مال اور ملک وقوم کی املاک کو نقصان پہنچانے سے مکمل پرہیز کریں۔

واللہ المستعان

(محمد اشرف ملک)

معاون خصوصی

برائے رئیس الجامعہ دار العلوم کراچی

Korangi Industrial Area, Karachi. Fax: 35041923 Phone: 35049774-6, 325123033,
Nanakwara Phone: 32725859, Gulshan-e-Iqbal Phone: 34982579

مرکز الاقتصاد الاسلامی
Center For Islamic Economics

حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور دیگر تجربہ کار، تعلیم یافتہ علمائے کرام کی سرپرستی اور پرعزم مثالی قیادت میں کئی سالوں سے وطن عزیز پاکستان میں اور بیرون ملک اسلامی بینکاری اور اسلامی معاشی نظام کے احیاء اور فروغ کیلئے مصروف عمل ہے

موجودہ نظام معیشت میں سود ایک ایسی لعنت ہے جس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے سودی نظام کو ختم کرنے اور اس پیغام کو علمی و عملی شکل دینے کے لیے مرکز الاقتصاد الاسلامی)جامعہ دارالعلوم کراچی کیمپس برائے سال 2018ء میں اسلامی بینکاری اور مالیاتی نظام کے تعارف پر مشتمل کورس (PGD) میں داخلے کی پیشکش کر رہا ہے۔

تمام طلباء کے لیے 50% تک کی خصوصی رعایت

ہفتہ وار کلاسز: دودن ہفتہ اور اتوار ہفتہ دوپہر 03:00 تا رات 09:00 اتوار صبح 09:00 تا دوپہر 03:00

بمقام: حرا فاؤنڈیشن اسکول بوائز کیمپس

رجسٹریشن کے لیے حرا فاؤنڈیشن اسکول کے بوائز کیمپس میں تشریف لائیں یا مزید معلومات کے لیے دیے گئے نمبروں پر رابطہ کریں

https://web.facebook.com/cie.hfs/ 0316-2704356 021-34823147

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

...... ایاتھا ۱۶۵	سورۃ الانعام	...... رکوعاتھا ۲۰ ......

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ۗ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ۗ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝۳۱ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۗ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۳۲

حقیقت یہ ہے کہ بڑے خسارے میں ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے جا ملنے کو جھٹلایا ہے! یہاں تک کہ جب قیامت اچانک ان کے سامنے آ کھڑی ہوگی تو وہ کہیں گے: "ہائے افسوس! کہ ہم نے اس (قیامت) کے بارے میں بڑی کوتاہی کی"۔ اور وہ (اس وقت) اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے۔ (لہٰذا) خبردار ہو کہ بہت بُرا بوجھ ہے جو یہ لوگ اُٹھا رہے ہیں (۳۱) اور دُنیوی زندگی تو ایک کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں [۱]، اور یقین جانو کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں، ان کے لئے آخرت والا گھر کہیں زیادہ بہتر ہے۔ تو کیا اتنی سی بات تمہاری عقل میں نہیں آتی؟ (۳۲)

(۱) یہ بات کافروں کے اس بیان کے جواب میں کہی گئی ہے جو آیت نمبر ۲۹ میں اُوپر گذرا ہے کہ: "جو کچھ ہے بس یہی دُنیوی زندگی ہے" جواب میں فرمایا گیا ہے کہ آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلے میں چند روز کی دُنیوی زندگی، جسے تم سب کچھ سمجھ رہے ہو، کھیل تماشے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی پروا کئے بغیر دُنیا میں زندگی گذارتے ہیں تو جس عیش و آرام کو وہ اپنا مقصدِ زندگی بناتے ہیں، آخرت میں جا کر ان کو پتہ لگ جائے گا کہ اس کی حیثیت کھیل تماشے کی سی تھی۔ ہاں! جو لوگ دُنیا کو آخرت کی کھیتی بنا کر زندگی گذارتے ہیں، ان کے لئے دُنیوی زندگی بھی بڑی نعمت ہے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۝۳۳ وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ۝۳۴ وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۝۳۵

(اے رسول !) ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے، کیونکہ دراصل یہ تمہیں نہیں جھٹلاتے، بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں[1]۔ (۳۳) اور حقیقت یہ ہے کہ تم سے پہلے بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے۔ پھر جس طرح انہیں جھٹلایا گیا اور تکلیفیں دی گئیں، اس سب پر انہوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچ گئی۔ اور کوئی نہیں ہے جو اللہ کی باتوں کو بدل سکے۔ اور (پچھلے) رسولوں کے کچھ واقعات آپ تک پہنچ ہی چکے ہیں۔ (۳۴) اور اگر ان لوگوں کا منہ موڑے رہنا تمہیں بہت بھاری معلوم ہو رہا ہے تو اگر تم زمین کے اندر (جانے کے لئے) کوئی سرنگ یا آسمان میں (چڑھنے کے لئے) کوئی سیڑھی ڈھونڈ سکتے ہو، تو ان کے پاس (ان کا منہ مانگا یہ) معجزہ لے آؤ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ لہٰذا تم نادانوں میں ہرگز شامل نہ ہونا[2]۔ (۳۵)

---

(۱) یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صرف اپنی ذات کے جھٹلانے سے اتنا زیادہ رنج نہ ہوتا، لیکن زیادہ رنج کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ آیت کے یہ معنیٰ الفاظِ قرآن کے بھی زیادہ مطابق ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج سے بھی زیادہ مطابقت رکھتے ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے معجزات عطا فرمائے تھے، جن میں سب سے بڑا معجزہ خود قرآنِ کریم تھا، کیونکہ آپ کے اُمی ہونے کے باوجود یہ فصیح و بلیغ کلام آپ پر نازل ہوا جس کے آگے بڑے بڑے ادیبوں اور شاعروں نے گھٹنے ٹیک دیئے، اور کسی نے وہ چیلنج قبول نہ کیا جو سورۂ بقرہ (۲:۲۳) وغیرہ میں دیا گیا تھا۔ اسی کی طرف سورۂ عنکبوت (۲۹:۵۱) میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ تنہا یہی معجزہ ایک حق کے طلب گار کے لئے کافی ہونا چاہئے تھا۔ =

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؔ وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۟

بات تو وہی لوگ مان سکتے ہیں جو (حق کے طالب بن کر) سنیں۔ جہاں تک ان مُردوں کا تعلق ہے، ان کو تو اللہ ہی قبروں سے اُٹھائے گا، پھر یہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے (۳۶)

= لیکن کفار مکہ اپنی ضد اور عناد کی وجہ سے ہر روز نت نئے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں جس قسم کے بیہودہ مطالبات وہ کرتے تھے، ان کی ایک فہرست قرآن کریم نے سورۂ بنی اسرائیل (۱۷: ۸۹۔۹۳) میں بھی بیان فرمائی ہے۔ اس پر کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خیال ہوتا تھا کہ اگر ان کے فرمائشی معجزات میں سے کوئی معجزہ دکھا دیا جائے تو شاید یہ لوگ ایمان لا کر جہنم سے بچ جائیں۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشفقانہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ درحقیقت ان کے یہ مطالبات محض ہٹ دھرمی پر مبنی ہیں، اور جیسا کہ پیچھے آیت نمبر ۲۵ میں کہا گیا ہے، یہ اگر ساری نشانیاں دیکھ لیں گے تب بھی ایمان نہیں لائیں گے، اس لئے ان کے مطالبات کو پورا کرنا نہ صرف بیکار ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی اس حکمت کے خلاف ہے جس کی طرف اشارہ آگے آیت نمبر ۳۷ میں آرہا ہے۔ ہاں اگر آپ خود ان کے مطالبات پورے کرنے کے لئے ان کے کہنے کے مطابق زمین کے اندر جانے کے لئے کوئی سرنگ بنا سکیں یا آسمان پر چڑھنے کے لئے کوئی سیڑھی ایجاد کر سکیں تو یہ بھی کر دیکھیں۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ اس لئے یہ فکر چھوڑ دیجئے کہ ان کے منہ مانگے معجزات انہیں دِکھائے جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو سارے انسانوں کو زبردستی ایک ہی دین کا پابند بنا دیتا، لیکن درحقیقت انسان کو دُنیا میں بھیجنے کا بنیادی مقصد امتحان ہے، اور اس امتحان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان زور زبردستی سے نہیں، بلکہ خود اپنی سمجھ سے کام لے کر ان دلائل پر غور کرے جو پوری کائنات میں بکھرے پڑے ہیں، اور پھر اپنی مرضی سے توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان لائے۔ انبیائے کرام لوگوں کی فرمائش پر نت نئے کرشمے دِکھانے کے لئے نہیں، ان دلائل کی طرف متوجہ کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں، اور آسمانی کتابیں اس امتحان کو آسان کرنے کے لئے نازل کی جاتی ہیں، مگر ان سے فائدہ وہی اُٹھاتے ہیں جن کے دل میں حق کی طلب ہو۔ اور جو لوگ اپنی ضد پر اَڑے رہنے کی قسم کھا چکے ہوں، ان کے لئے نہ کوئی بڑی سے بڑی دلیل کارآمد ہو سکتی ہے، نہ کوئی بڑے سے بڑا معجزہ۔

(ا) اس آیت میں فرمائشی معجزات نہ دِکھانے کی ایک اور وجہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝

یہ لوگ کہتے ہیں کہ (اگر یہ نبی ہیں تو) ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اُتاری گئی؟ تم (ان سے) کہو کہ اللہ بیشک اس بات پر قادر ہے کہ کوئی نشانی نازل کردے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ (اس کا انجام) نہیں جانتے۔[1] (۳۷) اور زمین میں جتنے جانور چلتے ہیں، اور جتنے پرندے اپنے پروں سے اُڑتے ہیں، وہ سب مخلوقات کی تم جیسی ہی اصناف ہیں۔ ہم نے کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ پھر ان سب کو جمع کرکے ان کے پروردگار کی طرف لے جایا جائے گا۔[2] (۳۸)

(۱) اس آیت میں فرمائشی معجزات نہ دِکھانے کی ایک اور وجہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ رہی ہے کہ پچھلی قوموں کو جب کبھی ان کا مانگا ہوا معجزہ دکھایا گیا ہے تو ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی کردی گئی ہے کہ اگر اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے تو انہیں اس دُنیا ہی میں ہلاک کردیا جائے گا، چنانچہ کئی قومیں اسی طرح ہلاک ہوئیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کفارِ مکہ میں سے اکثر لوگ ہٹ دھرم ہیں، اور وہ فرمائشی معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق وہ ہلاک ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کو ابھی یہ منظور نہیں ہے کہ انہیں عذابِ عام کے ذریعے ہلاک کیا جائے۔ لہٰذا جو لوگ فرمائشی معجزات کا مطالبہ کررہے ہیں وہ اس کے انجام سے ناواقف ہیں ۔ہاں جن لوگوں کو ایمان لانا ہے، وہ مطلوبہ معجزات کے بغیر دوسرے دلائل اور معجزات دیکھ کر خود ایمان لے آئیں گے۔

(۲) اس آیت نے یہ بتایا ہے کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی صرف انسانوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام جانوروں کو بھی قیامت کے بعد حشر کے دن زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔ "تم جیسی ہی اصناف ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تمہیں دوسری زندگی دی جائے گی، اسی طرح ان کو بھی دوسری زندگی ملے گی۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ جانوروں نے دُنیا میں ایک دوسرے پر جو ظلم کئے ہوں گے، میدان حشر میں مظلوم جانور کو حق دیا جائے گا کہ وہ ظالم سے بدلہ لے۔ اس کے بعد چونکہ وہ =

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَ مَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے وہ اندھیروں میں بھٹکتے بہرے اور گونگے ہو چکے ہیں (۱) اللہ جسے چاہتا ہے، (اس کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے) گمراہی میں ڈال دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے، سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے (۳۹) (ان کافروں) سے کہو: "اگر تم سچے ہو تو ذرا یہ بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے، یا تم پر قیامت ٹوٹ پڑے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ بلکہ اُسی کو پکارو گے، پھر جس پریشانی کے لئے تم نے اُسے پکارا ہے، اگر وہ چاہے گا تو اُسے دُور کر دے گا، اور جن (دیوتاؤں) کو تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو (اُس وقت) ان کو بھول جاؤ گے (۲) (۴۰)۔(۴۱)"

= حقوق اللہ کے مکلف نہیں ہیں، اس لئے ان پر دوبارہ موت طاری کردی جائے گی۔ یہاں اس حقیقت کو بیان فرمانے کا مقصد بظاہر یہ ہے کہ کفارِ عرب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو ناممکن قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ سارے کے سارے انسان جو مر کر مٹی ہو چکے ہوں گے ان کو دوبارہ کیسے جمع کیا جاسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ صرف انسانوں ہی کو نہیں، جانوروں کو بھی زندہ کیا جائے گا، حالانکہ جانوروں کی تعداد انسانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ دُنیا کی ابتدا سے انتہا تک کے بے شمار انسانوں اور جانوروں کے گلے سڑے اجزاء کا کیسے پتہ لگایا جائے گا؟ تو اس کا جواب اگلے جملے میں یہ دیا گیا ہے کہ لوحِ محفوظ میں ہر بات درج ہے، اور یہ ایسا ریکارڈ ہے جس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی ہے، لہٰذا نہ انسانوں کو جمع کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل ہے، نہ جانوروں کا۔

(۱) یعنی اپنے اختیار سے گمراہی کو اپنا کر انہوں نے حق سننے اور کہنے کی صلاحیت ہی ختم کرلی ہے۔ یاد رہے کہ یہ ترجمہ "فی الظلمت" کو "صم وبکم" سے حال قرار دینے پر مبنی ہے جسے علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا ہے۔

(۲) عرب کے مشرکین یہ مانتے تھے کہ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، لیکن ساتھ ہی ان کا =

= عقیدہ یہ تھا کہ اس کی خدائی میں دوسرے بہت سے دیوتا اس طرح شریک ہیں کہ خدائی کے بہت سے اختیارات ان کو حاصل ہیں۔ اب ہوتا یہ تھا کہ وہ ان دیوتاؤں کو خوش رکھنے کی نیت سے ان کی پرستش کرتے رہتے تھے، مگر جب کوئی ناگہانی آفت پڑتی تھی، مثلاً سمندر میں سفر کرتے ہوئے پہاڑ جیسی موجوں میں گھر جاتے تھے تو اپنے گھڑے ہوئے دیوتاؤں کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔ یہاں ان کی اس عادت کے حوالے سے یہ سوال کیا جارہا ہے کہ جب دُنیا کی ان مصیبتوں میں تم اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو تو اگر کوئی بڑا عذاب آجائے، یا قیامت ہی آکھڑی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو پکاروگے۔

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، دامت برکاتہم
ضبط وترتیب: ______________ (ادارہ)

تعزیتی نشست سے خطاب

رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے ۲۴ر صفر ۱۴۴۰ھ ء مطابق ۳ رنومبر ۲۰۱۸ء ء ہفتہ کے روز جامعہ دارالعلوم کراچی میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے المناک واقعہ پر ایک تعزیتی نشست سے خطاب فرمایا جو بہت ہی رقت آمیز، پُر درد اور معلومات افزا ہے۔ افادۂ عام کے لئے حضرت والا مدظلہم کا یہ تعزیتی خطاب ہدیۂ قارئین ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ادارہ)

نحمدہ ونصلی علی رسوله الکریم

آج ہم بہت بڑے غم سے نڈھال ہیں، ہمارے بہت پُرانے ساتھی جناب مولانا سمیع الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کردیا گیا، انا لله وانا اليه راجعون۔ مولانا مرحوم اکوڑہ خٹک کے مدرسے دارالعلوم حقانیہ کے رئیس بھی تھے، شیخ الحدیث بھی تھے، اِن سے ہمارا بہت پُرانا تعلق تھا، بلکہ ان کے والدِ ماجد حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ہمارا بہت پُرانا تعلق تھا۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شاگردِ رشید تھے، انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی تھی اور پھر وہیں مدرس بھی ہوگئے تھے، بہت سے علماء نے اُن سے اُس وقت وہاں علم حاصل کیا۔

قیام پاکستان کے بعد اُنہوں نے اکوڑہ خٹک میں مدرسہ قائم کیا، اس وقت پورے مغربی پاکستان میں دینی مدرسے صرف تین تھے، ایک مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں، اس کے بانی بھی دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، ایک مدرسہ ٹھیڑی ضلع خیر پور سندھ میں تھا اور ایک مدرسہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں تھا، باقی تمام مدارس ان کے بعد قائم ہوئے، خیر المدارس ملتان، جامعہ اشرفیہ لاہور، دارالعلوم کراچی وغیرہ، یہ سب مدارس بعد میں قائم ہوئے۔

اس خاندان کی دینِ اسلام اور خاص طور پر مدارس کے میدان میں بہت پرانی خدمات ہیں۔ مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے ہمارا دوستانہ تعلق تھا۔ ۱۹۵۶ء میں سب سے پہلے اپنے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اکوڑہ خٹک میری حاضری ہوئی۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے والد صاحبؒ کی آمد پر بہت شاندار انتظامات کئے تھے۔ والد صاحبؒ کا وہاں قیام ہوا، درس ہوا، بیان ہوا۔ اس وقت سے ہمارے تعلقات مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے چلے آرہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُردو کا بڑا اچھا ادیب بنایا تھا، اس کی شہادت ان کا مشہور رسالہ ماہنامہ "الحق" دیتا ہے۔

وہ خوشگوار مزاج اور خوش مذاق آدمی تھے، مجلسی باتیں ان کی بڑی مزے دار ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت کرے۔ بار بار ان کے مدرسے میں حاضری ہوئی۔ ایک مرتبہ وفاق المدارس کی مجلسِ شوریٰ یا عاملہ کا اجلاس تھا جس میں وہاں مجھے جانا ہوا، یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے، اس وقت حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے، حضرتؒ بہت ہی شفقت فرماتے تھے، وہاں میں حاضر ہوا اور وہاں الحمدللہ میرا بیان بھی ہوا۔

ہماری ان کے ہاں آمد ورفت رہتی تھی، وہ بھی دارالعلوم میں تشریف لاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی جذبات اور دینی غیرت وحمیت سے نوازا تھا۔ میرا ان سے پرانا تعلق اس طرح کا رہا ہے کہ برسہا برس سے روزانہ بلا ناغہ میں ان کا نام لے کر دعا کرتا رہا ہوں۔ بہت سے حضرات کا میں نام لے کر روزانہ دُعا کرتا ہوں، مناجات مقبول پڑھ کر یہ دُعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! یہ ساری دُعائیں میرے لئے بھی قبول فرمالیجئے اور فلاں فلاں کے حق میں بھی قبول فرمالیجئے ان میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ کا نام بھی بلا ناغہ شامل ہوتا تھا۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ اور ان کے گھر والوں کے لئے بھی دعا کرتا تھا۔ الحمدللہ آج بھی میں نے دُعا کی ہے اور آئندہ بھی ان شاءاللہ دُعا کرتا رہوں گا۔

جس ظالمانہ انداز سے ان کو شہید کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ہمارے دل بہت زخمی ہیں، آج ہم نے اپنے جامعہ دارالعلوم کراچی میں اسباق بند کرکے ان کے لئے دُعائیں کی ہیں، ختم کروائے ہیں، ختمِ قرآن بھی ہوا، ختمِ خواجگان بھی ہوا، ختم آیتِ کریمہ بھی ہوا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بخاری شریف کے پانچ ختم ہوئے۔ کیونکہ ختمِ بخاری کے بعد بھی دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں۔ بزرگوں کا بھی یہ معمول رہا ہے۔ الحمدللہ ان کے لئے خوب دعائیں ہوئی ہیں، ان کے لئے تو ان شاء اللہ بہت بڑی بشارت ہے، اللہ نے ان کو اپنے

راستے میں شہادت سے سرفراز فرمایا ہے۔ دشمنوں نے ان کو اسلام دوستی اور اسلامی جذبات کی وجہ سے شہید کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے خاندان کو، تمام متعلقین کو، شاگردوں کو اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل اور فلاحِ دارین عطا فرمائے۔

ان کا اصل میدان علمی تھا۔ درس وتدریس ان کا مشغلہ رہا، قال اللہ وقال الرسول کے وہ اُستاذ رہے، شیخ الحدیث بھی رہے، اصل میدان ان کا مدرسہ تھا، سیاست میں بھی انہوں نے کام کیا ہے، ان کی جماعت بھی ہے، اس میدان میں بھی ان کی خدمات گراں قدر ہیں، لیکن یہ ان کا ثانوی کام تھا، اصل کام ان کا علمی اور دینی تھا، درس وتدریس کا تھا، اللہ تعالیٰ ان کو ان کے تمام نیک کاموں کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ان کو درجاتِ عالیہ سے نوازے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمين .

مصروف حضرات
جو خطباتِ حکیم الامت کی
32 جلدیں مکمل
نہیں پڑھ سکتے ان کیلئے
بیش قیمت
علمی و اصلاحی تحفہ
جواہرِ حکیم الامت
افادات
حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی
پسند فرمودہ
مفتی اعظم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ
شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
و دیگر اکابرین
جمع و ترتیب
حضرت صوفی محمد اقبال قریشی صاحب
خلیفہ مجاز
مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب
ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738
عقائد
نماز
حج
رمضان
روزہ
زکوٰۃ
سیرۃ النبی
کامل
4 جلد
علماء طلباء کیلئے
خصوصی رعایت
ماہنامہ
محاسنِ اسلام
ملتان
زیر سرپرستی شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
لاکھوں میں پڑھا اور زندگیوں میں انقلاب لاتے والا
20 سال سے مسلسل شائع ہونے والا اصلاحی میگزین
www.taleefat.com
facebook.com/taleefat
قرآن مجید اور اسلامی کتب گھر بیٹھے... صرف فون کر کے بارعایت حاصل کریں
اعلیٰ امپورٹڈ پیپر چار خوبصورت جلدیں، بیروتی طرز پر
2760/- رعایت نصف قیمت پر
ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان 0322-6180738, 061-4519240

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم

نقوش رفتگان

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حادثۂ شہادت

قبائے نور سے سج کر، لہو سے باوضو ہو کر

اگر چہ یہ حقیقت مسلم ہے کہ دنیا میں کوئی شخص ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آتا۔ کسی نہ کسی دن اسے جانا ہوتا ہے، لیکن بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی اپنی زندگی میں کبھی وفات کا تصور نہیں آتا۔ برادر مکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی شخصیت ایسی ہی تھی کہ آج ان کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کا لفظ لکھتے ہوئے قلم تھرا رہا ہے۔ کبھی یہ تصور نہیں آیا تھا کہ "نقوش رفتگاں" میں مجھے ان پر کچھ لکھنا پڑے گا۔ میں مجمع الفقہ الاسلامی کے اجلاس کے دوران مدینہ منورہ میں تھا، اور نماز مغرب کے بعد اگلی صفوں کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں ایک غیر معروف صاحب نے ڈرتے ڈرتے مجھے یہ خبر سنائی کہ انہیں راولپنڈی میں شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر مجھ پر صاعقہ بن کر گری، اور میں نے اس کی تصدیق کے لئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے عزیزم مولانا راشد الحق سلمہ کو فون کیا تو جواب میں ان کی رونے کی ہچکیاں ان تمام توقعات پر پانی پھیر گئیں جو اس خبر کے بارے میں اب تک باندھے ہوئے تھا۔ انہوں نے اپنے آپ پر کسی قدر قابو پاتے ہوئے بتایا کہ انہیں کس درندگی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ اس خبر سے ہوش وحواس گم معلوم ہوتے تھے، میں حرم نبویؐ میں بیٹھا اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ یا اللہ! آپ کی مشیت کا ہر فیصلہ برحق ہے، اپنے فضل وکرم سے ان کو شہادت کے اعلیٰ ترین مرتبے تک پہنچا کر ان کے پسماندگان کو جس میں ہم سمیت عالم اسلام کے ہزارہا مسلمان شریک ہیں، صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرما، اور ان کے ان درندہ صفت قاتلوں کو جن کے بے رحم ہاتھوں نے ہم سے ایک عظیم سرمایہ چھین لیا، کیفر کردار تک پہنچایئے۔

تاہم ان کی وہ باتیں یاد آنے لگیں جو وہ جذبۂ جہاد وشہادت کے سلسلے میں بکثرت فرمایا کرتے تھے، اور دل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کی آرزو اس طرح پوری فرمائی کہ:

قبائے نور سے سج کر، لہو سے باوضو ہو کر
وہ پہنچے بارگاہِ حق میں کیسے سرخ رُو ہو کر

اب واپس کراچی پہنچا تو "البلاغ" پریس جانے کے لئے تیار تھا۔ کچھ لکھے بغیر بھی رہا نہیں جا رہا، اور سمجھ میں بھی نہیں آ رہا کہ کیا لکھوں؟ ان کی شخصیت اتنی ہمہ جہت تھی کہ کسی ایک جہت پر لکھنے کے لئے بھی صحیفے چاہئیں۔ ان کی ملکی وملّی خدمات، اُن کی تالیفی اور ادبی خدمات، ان کا علمی ذوق، اُن کی جدوجہد کے مختلف مدارج، ان میں سے کونسی چیز ایسی ہے جسے کسی مختصر مضمون میں سمیٹا جا سکے؟ امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے بھائی حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہم اور ان کے فاضل صاحبزادگان سلمہم اس ضرورت کو قابلیت کے ساتھ پورا کریں گے۔ لیکن خود مجھ ناچیز کے ساتھ ان کے نصف صدی سے زائد کے تعلقات ایسے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کون سی بات بیان کروں؟ اور کون سی چھوڑوں؟ دل ودماغ ماؤف معلوم ہو رہے ہیں، اور یہ شعر حسبِ حال معلوم ہوتا ہے کہ ؎

اکنوں کرا دماغ کہ پُرسد ز باغباں
بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

اس وقت تو بخار میں ہوں، اور ابھی تک اکوڑہ خٹک جانے کا بھی موقع نہیں ملا، اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور حواس بجا ہوئے تو ان شاء اللہ پھر ان کے بارے میں تفصیل سے لکھنے کی کوشش کروں گا۔ فی الحال ایک بات ذکر کردوں کہ کچھ عرصہ پہلے میری اُن سے ٹیلی فون پر جو آخری گفتگو ہوئی، اس میں اور باتوں کے علاوہ انہوں نے فرمایا کہ میں البلاغ میں شائع ہونے والی تمہاری "یادیں" دلچسپی سے پڑھتا ہوں کیا ان میں اکوڑہ خٹک کا ذکر بھی آئے گا۔ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں آئے گا؟ اور اب عنقریب ہماری پہلی ملاقات کا ذکر آنے والا ہے۔ اتفاق سے وہ ذکر اسی شمارے میں آ رہا ہے جب وہ اس دنیا کی سرحد پار کر چکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مکمل مغفرت فرما کر انہیں جنت الفردوس میں مقامات عالیہ عطا فرمائیں اور ان کی چھوڑی ہوئی خیرات وصدقات جاریہ کو ہمیشہ ان کے نامۂ اعمال میں زندہ، جاوید رکھیں:

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

☆☆☆

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، دامت برکاتہم
ضبط وترتیب ـــــــــــ مولانا مزمل شبیر

توہین رسالت کے کیس میں حکومت اور عدالت کے فرائض

توہین رسالت کیس میں سپریم کورٹ کا فیصلہ آنے پر ملک بھر میں جو سخت بے چینی پھیلی اور احتجاج ہوا، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے جامع مسجد دارالعلوم کراچی میں بروز جمعہ ۲۳ رصفر اور بروز جمعہ ۳۰ رصفر ۱۴۴۰ھ کو اپنے خطاب میں دینی رہنمائی کی غرض سے عدالت وحکومت اور عامۃ الناس کو جامع اور مفید نصیحتیں فرمائیں، ان دونوں خطبات کا خلاصہ ذیلی عنوانات کے ساتھ قارئین البلاغ کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔۔۔۔۔ (ادارہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيأت اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا إله إلا الله وحده لاشريک له ونشهد أن سيدنا وسندنا وحبيبنا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اٰله وصحبه اجمعين وسلم تسليماً كثيرًا كثيرًا.

أما بعد، فأعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم... بسم الله الرحمن الرحيم

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يومن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين

بزرگان محترم اور برادران عزیز !

بندے کی جمعہ میں حاضری عرصہ دراز کے بعد ہوئی ہے، کچھ بیماری کی وجہ سے کچھ ملکی اسفار کی وجہ سے، اور کچھ غیر ملکی سفروں کی وجہ سے ناغے بہت ہوئے لیکن بہرحال جب بھی موقع مل جائے یہ اللہ کا کرم ہے، مگر اس دنیا میں کام کسی ذات پر مبنی نہیں ہوتے، کام چلتے رہتے ہیں، ہمارے پیچھے بھی بیان کا سلسلہ الحمدللہ جاری رہا۔

افادیت تقریر کے لئے دعا کا اہتمام

ہر جمعہ کو یا جمعہ کے علاوہ بھی جب کبھی بیان کا موقع ہوتا ہے، تو اپنے آپ سے سب سے پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ بات کیا کہنی ہے؟ صرف تقریر برائے تقریر تو کرنی نہیں بلکہ جو وقت کا تقاضا ہو، ضرورت کی بات ہو، سننے والوں کے کام کی بات ہو وہ بات کی جائے، تو یہ دعا کرتا ہوں یا اللہ وہ بات کہلوا دیجئے جس میں سب کا فائدہ ہو جائے، میرا بھی ذخیرہ آخرت بن جائے، سننے والوں کے لئے بھی نافع بن جائے۔

حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کا حصہ ہے

آج پاکستان میں بہت بڑا مسئلہ توہینِ رسالت کا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ایسی ہے کہ آپ کی عظمت اور آپ کی محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر تو ایمان ہی پورا نہیں ہوتا، جنت میں داخلہ ممکن نہیں، یوم حساب میں شفاعت انہی کی چلے گی، اللہ تعالیٰ ہمیں محروم نہ فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جو میں نے ابھی پڑھا یہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہوگا، اس کا ایمان کامل نہیں ہوگا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ افضل ہو جاؤں، حتیٰ کہ اپنی اولاد سے، اور اپنے ماں باپ سے، اور تمام انسانوں سے زیادہ عزیز ہو جاؤں۔

یہی وجہ ہے کہ الحمدللہ ہر مسلمان خواہ کتنا بھی گیا گزرا ہو، فاسق ہو، فاجر ہو، حرام خور ہو، رشوت خور ہو، شراب پیتا ہو، طرح طرح کے گناہ کرتا ہو، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر حرف آنے کو کبھی برداشت نہیں کرسکتا، جان مال سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہے، ہر مسلمان کا یہ حال ہے، الحمدللہ ہمارا بھی یہی حال ہے، ہر مسلمان یہ تمنا رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے موت دے دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں، ان کے دفاع میں ان کی ناموس کی خاطر۔ اور اپنے لئے اعزاز سمجھتا ہے کہ اس کے ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچے، دوست احباب سب ناموس رسالت پر قربان ہو جائیں۔

پاکستان کی بنیاد، اسلامی نظام کا قیام ہے

ہمارا ملک پاکستان لا إله إلا الله کے کلمے پر، مدینہ طیبہ کی طرز پر، نظام حکومت قائم کرنے کے لئے بنا تھا، اسی وجہ سے دشمنوں کو یہ ملک کھٹکتا ہے، دنیا کا کوئی ملک سوائے حرمین شریفین کے (کیونکہ ان کا معاملہ تو الگ ہے) ایسا نہیں ہے جس کا وجود کلمہ لا إله إلا الله کی بنیاد پر اور اسلامی قومیت کی بنیاد پر ہوا ہو، یہ ملک پوری دنیا کے مسلمانوں کی اسلامی قوت واخوت کا گہوارہ اور مرکز ہے، قرآن نے یہ کہا تھا "إنما المؤمنون إخوة" دنیا بھر کے مسلمان بھائی بھائی ہیں چاہے افریقہ کے ہوں، امریکہ کے ہوں، چاہے انگلینڈ کے ہوں، ایشیا کے ہوں، چائنا کے ہوں، بنکاک کے ہوں، کہیں کے بھی ہوں، بھائی بھائی ہیں، کالے ہوں یا گورے ہوں، کسی بھی نسل سے ان کا تعلق ہو، کسی بھی زبان کے بولنے والے ہوں سب بھائی بھائی ہیں، یہ مسجدوں میں ہمارے اجتماع، اس بات کی گواہی دیتے ہیں، کتنی زبانیں بولنے والے جمعہ کی نماز میں بھی ہوتے ہیں، روزمرہ کی نمازوں میں بھی ہوتے ہیں، الحمدللہ حج میں بھی ہوتے ہیں۔ پاکستان اسی عقیدے کی بنیاد پر قائم ہوا تھا، دشمنانِ اسلام کو یہ بات کھٹکتی ہے اس لئے وہ ہمارے وطن عزیز کے دشمن ہیں اور اس ملک کو دشمنوں کی طرف سے طرح طرح کے حربوں سے مجروح اور کمزور کئے جانے کا سلسلہ مسلسل چل رہا ہے، لیکن ہمارا ایمان ہے کہ اس پاکستان کو کوئی ختم نہیں کر سکے گا، جس طرح لا إله إلا الله کا کلمہ کبھی ختم نہیں ہوگا اس دنیا سے، ان شاء اللہ ہمارا وطن عزیز پاکستان بھی اس دنیا سے ختم نہیں ہوگا، اس کا جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے، لا إله إلا الله کا جھنڈا ہے۔

توہین رسالت کا مسئلہ

مگر یہاں نئے سے نئے فتنے پیدا ہو رہے ہیں، طرح طرح کی سازشیں ہو رہی ہیں، اور توہین رسالت جیسا جرم اس ملک میں ہو رہا ہے، اس توہین پر سیشن عدالت نے سزائے موت سنائی، ہائی کورٹ نے سزائے موت سنائی مگر اب سپریم کورٹ نے بری کر دیا، ہم تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے کیونکہ یہ بات بھی ایک اہم بات ہے جو سپریم کورٹ کی طرف سے کہی جا رہی ہے، کہ جرم کے ثبوت میں شبہ پیدا ہو گیا، واقعی پیدا ہو گیا یا نہیں ہو گیا، وہ اللہ جانے، ابھی ہم کچھ نہیں کہہ رہے، کبھی عدالت میں اگر حاضری ہوگی تو بتائیں گے، پوچھیں گے کیا شبہ ہے؟ لیکن قاعدہ شریعت کا یہی ہے کہ اگر کسی مجرم کے جرم کے ثبوت میں شبہ پیدا ہو جائے، تو اس پر اس کی وہ سزا جاری نہیں کی جاتی جو اس کے لئے مقرر ہے، شبہے کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو دیا جاتا ہے، ہم سے عام

لوگوں کی طرف سے بھی اور مختلف بڑے بڑے حلقوں کی طرف سے بھی پوچھا جارہا تھا تو ہم نے دارالعلوم کراچی کی طرف سے ذمہ داری پوری کرتے ہوئے کل فوری طور پر ایک بیان جاری کیا ہے، اس بیان میں ہم نے تو یہ بات کہی ہے کہ سپریم کورٹ کے اس فیصلے نے جو طوفان برپا کیا ہے، اور پورے عالم اسلام کے دلوں کو تڑپا دیا ہے، اس پر نظر ثانی ہونی چاہئے۔

گو کہ سپریم کورٹ نے جو فیصلہ کیا ہے اس پر اس نے کچھ دلائل دیئے ہیں، بے دلیل بات نہیں کی، فیصلے میں شرعی قانون کے حوالوں سے بات کی ہے اور بہت سارے اہم نکات انہوں نے اُٹھائے ہیں جو قابل غور ہیں علماء کے لئے بھی، فقہاء کے لئے بھی، محدثین کے لئے بھی، ماہرین قانون کے لئے بھی، اس نظر ثانی میں ان پر غور کیا جائے۔

حدود کی تنفیذ کے لئے شرائط ہیں

کیوں کہ کوئی بھی آدمی کسی شخص کے بارے میں کہہ دے کہ اس نے چوری کی ہے تو فوراً اس کے ہاتھ نہیں کاٹ دیئے جاتے بلکہ جو حدود جاری ہوتی ہیں ان کی بڑی پابندیاں ہوتی ہیں کیونکہ یہ بھی ہدایت ہے کہ جتنا ہو سکے ملزم کو حد سے بچاؤ یعنی ذرا سا شبہ بھی اگر پیدا ہو جائے تو حد نہ لگائی جائے، آپ ایک مثال سے سمجھیں، فقہاء نے لکھا ہے کہ چوری جس کی سزا میں ہاتھ کٹتے ہیں، وہ ہر چوری نہیں ہے کہ کسی دوسرے کی جیب میں سے کسی نے کچھ نکال لیا، سزا کے طور پر تو فورا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے ایسا نہیں ہے، بلکہ اس سزا کے کچھ شرائط ہیں، خفیہ طور پر محفوظ جگہ سے کسی کا مال کوئی نکالے، جو مالک نے گھر کے اندر یا دوکان وغیرہ کے اندر محفوظ جگہ میں رکھا ہوا ہے، وہاں سے کوئی چوری کر لے، اس کے تو ہاتھ کٹیں گے بشرطیکہ گواہوں سے ثابت ہو جائے، کم از کم دو گواہ یہ گواہی دیں، کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے اس شخص کو مال باہر نکالتے ہوئے دیکھا ہے، اس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو پورے یقین سے گواہیاں دیں، گواہوں کے بیان میں تضاد نہ ہو، اختلاف نہ ہو، متفقہ بیان ہو، تو ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے، لیکن اگر دو آدمی چور ہیں، ایک باہر کھڑا ہے، ایک اندر ہے، اس نے چوری کا مال نکال کر دروازے پر رکھا، دوسرے نے دروازے سے اُٹھا لیا، فقہاء کہتے ہیں کہ اس نے وہ چوری نہیں کی جس سے ہاتھ کٹتے ہیں کیونکہ وہ چوری جس کی سزا میں ہاتھ کٹتے ہیں وہ وہ ہے جس میں چور محفوظ جگہ سے مال باہر نکالے۔ یہاں ایک آدمی نے مال باہر نہیں نکالا بلکہ دروازے پر رکھا ہے، اور دوسرے

نے اُٹھایا ہے اس نے اندر سے نہیں نکالا، بلکہ باہر سے اُٹھایا ہے تو نہ اس کے ہاتھ کٹیں گے نہ اُسکے، مجرم کو شبہ کا فائدہ دے دیا جائے گا، یہ علیحدہ بات ہے کہ جتنا جرم ثابت ہوا ہے اس کے مطابق کچھ اور سزا اسے ملے گی، پاکستان میں جنرل ضیاء الحق صاحب مرحوم کے زمانے میں جب حدود آرڈیننس نافذ ہو رہا تھا، اس وقت یہ مسائل ہمارے سامنے تھے، جس پر مشورے ہو رہے تھے، اس میں یہ بات بھی پیش نظر تھی کہ اگر ہم نے حدود کے نفاذ میں احتیاط نہ برتی کہ ذرا سا شبہ ہوا اس پر ہاتھ کاٹ دیا، تو اس بے احتیاطی سے دنیا میں اسلامی قوانین بدنام ہو جائیں گے۔

اسلامی قانون محکم ہے

اسلام کا قانون تو محکم قانون ہے اس میں کوئی شبہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قانون دیا ہے وہ بڑا مستحکم ہے، اس کی ایک حد ہے، اس کا ایک احترام ہے، اس میں کوئی غلطی نہیں، بنانے والا اللہ رب العالمین ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن اس قانون کے مطابق فیصلہ کرنے میں غلطی ہوسکتی ہے، گواہی دینے والوں سے غلطی ہوسکتی ہے، جرم کے ثبوت میں شک پیدا ہوسکتا ہے ذرا سا شبہ ہو جائے تو سزا ساقط ہو جائے گی، یہ اسلامی قانون کا مشہور قاعدہ ہے کہ شبہے کا فائدہ ملزم کو پہنچتا ہے، شبہے کی وجہ سے اس کی سزا کم ہو جائے گی یا ختم ہو جائے گی۔

ہماری سپریم کورٹ کے فیصلوں میں یہی نکتہ اُٹھایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم ان کو کافر نہیں سمجھتے، وہ بھی مسلمان ہیں ان کے بارے یہ گمان کرنا آسان نہیں ہے کہ ان کے دلوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگزیں نہیں ہوگی۔ انہوں نے تو کہا بھی ہے کہ ہماری تو جانیں قربان ہو جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر، لیکن ہم فیصلہ قانون کے مطابق کریں گے، یہ اور بات ہے کہ جج کی رائے میں غلطی ہو جائے، غور و فکر میں غلطی ہو جائے تو اس قسم کی غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں، انہوں نے ملزمہ کو شبہے کا فائدہ دیا اور ایک جگہ نہیں کئی جگہ ثبوت میں شبہات نکالے کہ یہاں ثبوت میں یہ نقص ہے، یہاں یہ شبہ پیدا ہوا ہے، ہم کہتے ہیں وہ باتیں یقینا قابل غور ہیں جہاں شبہ پیدا ہوا ہے، اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

فیصلہ پر نظر ثانی عدل واعتدال کا تقاضا ہے

شریعت کا کوئی بھی قانون ہو اسلام ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اُس پر عمل کرنے یا کروانے کے

لئے ہم جذبات میں بہہ جائیں اور ہم پوری تحقیق کئے بغیر کسی کو جان سے ماردیں، سپریم کورٹ نے جو فیصلہ کیا ہے، یوں ہی آنکھیں بند کر کے نہیں کر دیا، بلکہ اس نے جو باتیں لکھی ہیں وہ قابل غور ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ ساری صحیح ہیں ان سے غلطیاں بھی ہوئی ہوں گی، لیکن ہم ان کو قابل غور سمجھتے ہیں، بغیر غور کئے انتہا پسندانہ فیصلہ بھی شریعت کے خلاف ہے، ہم نے پچھلے جمعہ کے اجتماع میں جو بات کہی تھی وہ اس مسئلہ کا حل تھا۔

حکومت کی ذمہ داری

اور وہ یہ کہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرے کہ سپریم کورٹ کے اس فیصلے پر نظر ثانی کی جائے، نظر ثانی کا قانون یہ ہے کہ اس فیصلے کا جائزہ لیا جائے کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ کس حد تک صحیح ہے کس حد تک غلط ہے، کہاں ان سے غلطی ہوئی ہے، کہاں انہوں نے صحیح کہا ہے؟ سپریم کورٹ ہی سے کہا جائے کہ وہ اس پر نظر ثانی کرے؟ ہم نے یہ عرض کیا تھا کہ لارجر بنچ قائم کی جائے، بلکہ ہم نے تو کہا تھا کہ یہ معاملہ اہم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کا مسئلہ ہے، عظمت کا مسئلہ ہے، اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ شرعی عدالت کے جج صاحبان کو بھی مشورے میں شامل کر لیا جائے، بلکہ میں نے تو عرض کیا تھا کہ اسلامی نظریاتی کونسل، جو ایک اہم آئینی ادارہ ہے، اُس سے بھی مشورہ لیا جائے، معاملہ اہم ہے، معمولی نہیں ہے، پورے اہتمام کے ساتھ اس پر نظر ثانی کی جائے، اگر سپریم کورٹ نظر ثانی کے بعد بھی اس سزا کو برقرار رکھتی ہے تو لازم ہے کہ مجرمہ پر سزا جاری کرتے ہوئے اسے قتل کریں، اس کے اندر سستی کرنا ہمارے لئے حرام ہوگا، لیکن اگر سبھی مل کر اس پر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ جرم کے ثبوت میں شبہات ہیں اور جرم پوری طرح ثابت نہیں ہوا تو اس کو رہا کرنا ہوگا، یہ بھی شریعت کا قانون ہے پھر شریعت کے قانون کو سر آنکھوں پر رکھنا اُسے تسلیم کرنا ہوگا، ہم کون ہوتے ہیں اپنی طرف سے فیصلہ کرنے والے، فیصلہ کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔

اخبارات میں آرہا ہے کہ نظر ثانی کی اپیل ہوگی لیکن آج تک (حکومت کی طرف سے) اپیل نہیں ہوئی (اب سنا ہے کہ مدعی کی طرف سے اپیل ہوگئی ہے) اخبار میں حکومت کے کسی ذمہ دار کی جانب سے بیان آیا ہے کہ اپیل کرنا حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے جس نے مقدمہ دائر کیا تھا وہ اپیل دائر کرے، اپیل کی ذمہ داری حکومت پر کیسے نہیں ہے؟ پورے ملک میں تباہی پھیل رہی ہے طوفان پھیلا ہوا ہے تمہاری ذمہ داری ہے کہ امن وامان قائم کرنے کے لئے ایسے فیصلے پر نظر ثانی کی اپیل کی جائے، قانون میں اس کی گنجائش ہے

اس قسم کے جرائم میں تو حکومت مدعی ہوتی ہے، استغاثہ حکومت ہوتی ہے، بہر حال استغاثہ یہ کہے کہ اس پر نظر ثانی کی جائے، اس کے بعد جو فیصلہ ہو اس کو تسلیم کرلیں، لیکن سرکاری طبقے کے بعض لوگوں کی بے حسی کا یہ حال ہے کہ آج ایک ہفتہ گزر گیا اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نظر نہیں آرہی، انہیں یہ فکر ہی نہیں ہے، کہ لوگوں پر کیا گزر رہی ہے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

ادھر یہ خبریں بھی آرہی ہیں کہ آسیہ مسیح کو رہا کر دیا جائے گا اور آسیہ مسیح کے بارے میں یورپ سے دعوتیں بھی آرہی ہیں کہ ان کے خاندان کو حفاظت سے یہاں بھیجا جائے، حالانکہ ہم نے اس بات کا بھی مطالبہ کیا تھا کہ اس کا نام ECL میں ڈالا جائے، اُس کے باہر جانے پر پابندی لگے جب تک سپریم کورٹ کا فیصلہ نہیں ہوتا، اس کو ملک سے باہر نہ جانے دیا جائے۔

اگر قتل کا فیصلہ ہوا، تو قتل کیا جائے گا، اور اگر براءت کا فیصلہ ہوا تو بری کر دیا جائے گا پھر بیرون ملک بھی لے جاسکیں گے، حکومت نے یہ کام بھی ابھی تک نہیں کیا، ECL میں ابھی تک اس کا نام نہیں ڈالا گیا، اگر سپریم کورٹ کی نظر ثانی کے بغیر آسیہ مسیح کو ملک سے باہر بھیج دیا گیا تو کچھ نہیں پتہ کہ پاکستان میں کتنا بڑا طوفان اُٹھے گا۔

حدود سے تجاوز نہ کیا جائے

آج تو ہم دینی حلقے بھی یہ کہہ رہے ہیں، حکومت اپنی ذمہ داری پوری کرے ورنہ پھر یہ کہنا پڑے گا کہ حکومت مجرم ہے، ہماری دعاء ہے، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے، توفیق دے۔ ہم کسی پارٹی کے دشمن نہیں ہیں، نہ کسی پارٹی کا حصہ ہیں، میں اپنی بات کہہ رہا ہوں، اور اپنے جیسے بے شمار علماء کی طرف سے کہہ رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہل مدارس ہیں، منبر رسول پر بیان کرنے والے لوگ ہیں، ان کی طرف سے کہہ رہا ہوں، یہ منبر رسول امانت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، ہم یہاں سے وہی بات کرنے کے پابند ہیں جو تاجدار دو عالم سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود میں ہو، قرآن میں جگہ جگہ کہا گیا ہے: تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ، تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ، قرآنی قانون ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حدود مقرر ہیں، ان سے تجاوز نہ کیا جائے۔

اب جیسا ہمارے ہاں ہوا پاکستان میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی شہادت ہوگئی، توہین رسالت کرنے والوں کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا، اتنی بڑی شخصیت اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوگئی، ہمارے پاکستان کا علمی طبقوں کا، علمی سطح کا کتنا بڑا نقصان ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پھر یہ کہ اتنے جلاؤ گھیراؤ کے قصے بھی ہوئے اور اس کی وجہ سے نجی املاک کو نقصان پہنچا، سرکاری املاک کو نقصان پہنچا، سرکاری املاک کس کی ہیں وہ ہماری اور آپ کی ہی ہیں ہمارے ٹیکس لے کر وہ املاک بنائی گئی ہیں، کتنے ارب روپے کا نقصان ہوگیا اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اور زبردستی کی ہڑتالوں کی وجہ سے کتنے کاروبار تباہ ہوگئے، لوگ گھروں میں بیٹھے رہے، مزدور کمانے سے بیٹھے رہے، بیمار ہسپتالوں میں علاج سے محروم رہ گئے، اس کی اجازت کیسے دی جائے؟ یہ کوئی شریعت کا قانون نہیں اللہ کے قانون کی تو حفاظت کرنی پڑے گی، جذبات میں بہہ کر اللہ کے قانون کو چھوڑ دیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو توڑ دیں اس کی اجازت نہیں ہے۔

قرآن کریم میں قتل مومن کو اتنا بڑا جرم قرار دیا گیا ہے، ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّداً فَجَزَا ئُهُ جَهَنَّمُ خَالِداًفِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيْماً

اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اللہ اس پر غضب نازل کرے گا، اور لعنت بھیجے گا، اور اللہ نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۃ نساء)

لیکن یہاں انہی احتجاجی مظاہروں میں لوگوں کی جانیں بھی گئی ہیں، جس نے یہ کام کیا کتنا بڑا جرم کیا، حدود سے تجاوز کیا، اس احتجاج کا ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ لوگوں کی جانوں کو نقصان پہنچے، قوم کو نقصان پہنچے، وطن کو نقصان پہنچے، یہ تو خودکشی کے برابر ہے، دشمنوں کو خوش کرنے والی بات ہے، دشمنوں نے ہی یہ کام کروائے ہیں اور کرواتے رہتے ہیں اور وہ اسی سے خوش ہوجائیں گے کہ چلو آپس میں ایک دوسرے کو مارتے رہو، جو مجرم ہے اس کو تو سزا نہ ملے، آپس میں ایک دوسرے کو مارتے رہو اور ملک کو برباد کرتے جاؤ، اس کا

کوئی جواز نہیں ہے۔

خود کو پرامن رکھیں

ہم نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ اپنے آپ کو پرامن رکھیں، اور ہر قسم کے خلافِ قانون کام سے پرہیز کیا جائے، ایسا کام نہ کیا جائے جس سے کسی کی جان و مال وآبرو کو نقصان ہو، اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے، یاد رکھئے، یہ وہ زمانہ ہے جس کی خبر تاجدارِ دو عالم سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی کہ قربِ قیامت میں فتنے آئیں گے، دنیا کی زندگی بہت پرانی زندگی ہے، اس کے مقابلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد کے یہ چودہ سو پندرہ سو سال، اس دنیا کا آخری دور ہے، علامات قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے شروع ہوگئی تھی، یہ علامتیں یکے بعد دیگرے آتی چلی جارہی ہیں، پھیلتی جارہی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے بارے میں یہ بھی خبر دی تھی کہ فتنے ایسے آئیں گے جیسے سمندر کی موجیں آتی ہیں، ایک ادھر سے دوسری ادھر سے، ایک ختم نہیں ہوگی کہ اس سے بڑی آجائے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **یقلل بعضها بعضًا** فرمایا تھا کہ وہ فتنے ایسے ہوں گے کہ ایک فتنہ دوسرے کو چھوٹا کردے گا یعنی ایک کے بعد جو دوسرا فتنہ آئے گا پہلا اس کی وجہ سے چھوٹا معلوم ہوگا۔ خوب سمجھ لیجئے! یہ فتنوں کا زمانہ ہے، اب دیکھئے کتنے فتنے پہلے سے ہمارے ملک میں تھے اب ایک اور فتنہ پیدا ہوگیا ایک ختم نہیں ہوتا دوسرا کھڑا ہوجاتا ہے ان فتنوں سے بچاؤ کے لئے، دو کام ضروری ہیں۔

فتنوں سے پناہ مانگیں:

ایک یہ کہ اللہ رب العزت سے پناہ مانگی جائے کہ جس کے مسنون الفاظ یہ ہیں:

اللّٰهم إنا نعوذ بک من الفتن ماظهر منها وما بطن

یا اردو میں مانگ لیں کہ یا اللہ تمام ظاہری اور باطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرما، ہمارے وطن عزیز کی، پورے مسلمانوں کی، اہل پاکستان کی، تمام چھوٹے بڑے فتنوں سے اور کھلے اور چھپے ہوئے فتنوں سے حفاظت فرما۔

فتنے تو آتے رہیں گے، رکیں گے نہیں، اس کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دے رکھی ہے، جن

کے مقدر میں فتنہ ہے وہ اس میں پھنس جائیں گے لیکن آپ اپنے آپ کو بچائیں اور اپنے آپ کو بچانے کا راستہ وہی ہے کہ جب فتنوں کا زمانہ ہو تو اپنے آپ کو فتنوں سے الگ رکھیں اور ایسے موقعوں کے لئے یہ بھی فرمایا کہ بعض اوقات فتنے ایسے ہوں گے کہ آدمی دیکھنے کے لئے نکلے گا کہ کیا ہے اور وہی فتنے میں مبتلا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے ہمیں محفوظ فرمادے۔

شریعت کی خلاف ورزی سے بچیں

• دوسرا یہ کہ اپنے آپ کو ایسے تمام کاموں سے روکا جائے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی، جذبات ہمارے بہت ہیں لیکن جذبات میں بہنا مسلمانوں کا کام نہیں ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جذبات میں بہنے کی اجازت نہیں دی، جذبات میں آکر ایسا کام نہ کیا جائے جو شریعت کے خلاف ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عقل دے فہم دے، ہمیں صحیح معنوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بنادے اور ان کی ہدایت پر پوری طرح عمل کی توفیق عطا فرمادے اور ہمارے حکام کو عقل وفہم دے کہ وہ ہوش کے ناخن لیں اور وہ کام کریں جس سے یہ فتنہ دب سکے، یہ فتنہ ختم ہو، اور اس کا علاج ہو جائے۔ اگر ایسا نہ کیا تو بہت خوف ہے، پاکستان میں پتہ نہیں پھر کیا ہونے والا ہے۔

دعاء کرو اللہ تعالیٰ ہمارے وطن عزیز پاکستان کی حفاظت فرمائے، ہماری جغرافیائی سرحدوں کی بھی حفاظت فرمائے، اور نظریاتی سرحدوں کی بھی حفاظت فرمائے، یہاں حق کا بول بالا ہو۔ اہل حق کو سربلندی عطاء فرمائے، پاکستان کو مضبوط اسلامی فلاحی ریاست بنائے۔ یا ارحم الراحمین اندرونی فتنوں سے بھی پاکستان اور اہل پاکستان کی حفاظت فرما، بیرونی فتنوں سے بھی حفاظت فرما۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

☆☆☆

Nizamuddin Ansari

kabab house & pakwan center

ہوٹل پر دستیاب ہے۔

بہاری کباب -/200 روپے پلیٹ

گولہ کباب -/150 روپے پلیٹ

بہاری چکن -/180 روپے تکہ

ملائی بوٹی -/200 روپے پلیٹ

ریشم کباب -/150 روپے پلیٹ

پراٹھہ -/30 روپے عدد

چپاتی -/10 روپے عدد

آرڈر پر تیار کیے جانے والے کھانے

زعفران بریانی + بمبئی بریانی + سندھی بریانی + چکن تکہ بریانی

یخنی پلاؤ + افغانی پلاؤ + بخاری چاول + چکن مٹن مندی

زعفرانی بادامی قورمہ + تکہ کڑائی + Live کڑائی + وغیرہ

افغانی کڑائی + مغلیہ کڑائی + جنگلی کڑائی + کشمیری کڑائی

چکن مٹن اسٹو + گرین کڑائی + شملہ کڑائی + چکن ہانڈی

سالم بکرا + سالم مٹن ران + بٹیر + خرگوش + سالم چکن

بہاری چکن + گولہ کباب + دھاگہ کباب + فرائی کباب + گرین تکہ

ملائی تکہ + لبنانی بوٹی + لبنانی تکہ + چندن کباب + ریشم کباب

دودھ دلاری + ربڑی کھیر + آئسکریم + چیری کریم اور بہت کچھ

شادی بیاہ و دیگر ہر قسم کی تقریبات کے لئے ہر قسم کے کھانے تیار کیے جاتے ہیں۔

ہر قسم کی کمپنیوں کے لنچ اور ہر قسم انڈسٹریل کچن کے کھانوں کا انتظام ہے

ملٹی نیشنل اور نیشنل کمپنی کے لیبر کے کھانوں کے لیے رابطہ کریں

Imtiaz Hussain Ansari

0333-9233940 / 0315-2026456

f /nizamuddinansari

Bus Stop # 02, Opp, Baloch Masjid, Liaquatabad, Karachi.

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم
نائب رئیس ـــــــــــ جامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(چودہویں قسط)

۱۹۵۵ء اور ۱۹۵۶ء کے کچھ واقعات

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ وہ پاکستان آنے کے بعد ہمہ تن اس فکر میں تھے کہ پاکستان اپنے اصل مقصد وجود یعنی نفاذ اسلام کا ایک دلکش نمونہ بنے۔ چنانچہ ملک میں ایسا دستور نافذ ہو جو اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں ملک کے سیکولر حلقوں سے ان کا پیہم مقابلہ رہتا تھا۔ دوسری طرف دارالعلوم کی تدریسی اور انتظامی ذمہ داریاں مستقل وقت چاہتی تھیں۔ فتویٰ نویسی کا سلسلہ الگ تھا جو کسی حال بند نہیں ہوا۔ مسجد باب الاسلام میں فجر کے بعد درس قرآن کا معمول کبھی قضا نہیں ہوا، اور بعد میں معارف القرآن کے نام سے ریڈیو پاکستان پر ہر جمعہ کو آپ کا درس الگ ہوتا تھا۔ ملکی ضروریات کے مطابق تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ تصوف وسلوک میں حضرت حکیم الامہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو امانت آپ کے پاس تھی، اُسے دوسروں تک پہنچانے کیلئے ہر اتوار کو اصلاحی مجلس منعقد فرماتے تھے، اور طالبانِ سلوک کی ڈاک الگ ایک مستقل کام تھا۔ خاندانی مسائل اس کے علاوہ تھے۔ اور ان تمام امور کیلئے سفروں کی مصروفیت بھی بکثرت رہتی تھی۔

لیکن ۱۹۵۵ء اور ۱۹۵۶ء خاص طور پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے طرح طرح کے مسائل لیکر آئے تھے اور اس میں بڑے بڑے اہم واقعات پیش آئے جن کا الگ الگ ذکر کرنا مناسب ہے۔

دستور پاکستان کی جدوجہد

ایک طرف جس دستور کی تیاری میں شب وروز کھپائے ہوئے تھے، وہ آخری مراحل میں تھا، اور اسے بہتر سے بہتر بنانے کیلئے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متعلقہ ذمہ داروں سے ملاقاتوں اور گفتگو کا

مستقل سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان آنے کے بعد پہلے تین ماہ میں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ مل کر ایک دستوری خاکہ مرتب کیا تھا۔ پھر پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے بورڈ تعلیمات اسلامیہ کے نام سے ایک ادارہ اسمبلی سے ملحق کیا جو حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں کام کر رہا تھا، اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُسکے رکن رکین تھے۔ چونکہ ملک میں شروع سے ایک طبقہ ایسا تھا جو ملک کو اسلامی شناخت دینے پر کسی طرح راضی نہیں تھا، اور ملک میں لادینی دستور لانا چاہتا تھا، اس لئے اسی طرح ایک پروپیگنڈا یہ تھا کہ مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہیں، اور وہ کبھی ایک نظام دستور پر متفق نہیں ہوسکتے۔ اس کے جواب میں علماء کرام نے یہ طے کیا کہ تمام مکاتب فکر کے علماء مل کر اسلامی دستور کی بنیادیں متفقہ طور پر طے کریں۔ اس کیلئے حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے علماء کے تعاون سے ۳۳ رعلماء کا ایک اجتماع منعقد کیا جن میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ علماء جمع ہوئے، اور انہوں نے دستور پاکستان کیلئے متفق ہوکر ۲۲ رنکات منظور کئے، جو ملک کی دینی سیاسی جدوجہد میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پھر جب دستور کے بارے میں حکومت کی طرف سے ناظم الدین رپورٹ کی سفارشات پیش ہوئیں، تو ان پر غور کے لئے دوبارہ ۳۳ رعلماء کا اجتماع منعقد ہوا جس میں اس رپورٹ پر تمام مکاتب فکر کے علماء کی طرف سے متفقہ ترمیمات مرتب کر کے شائع کی گئیں۔ آخر کار ۱۹۵۴ء کے دستوری مسودے میں بورڈ تعلیمات اسلامیہ کی بیشتر سفارشات منظور کر لی گئی تھیں، لیکن گورنر جنرل غلام محمد نے دستور ساز اسمبلی کو توڑ کر معاملہ پھر صفر تک پہنچا دیا، اور نئے دستور کی تیاری کے دوران سیکولر حلقوں کے ساتھ مقابلہ دوبارہ شروع ہوگیا۔

ان کی طرف سے ایک پروپیگنڈا یہ کیا جارہا تھا کہ اسلام پر عمل کرنا یا نہ کرنا انسان کا انفرادی معاملہ ہے۔ اس میں ریاست کو بحیثیت ریاست کوئی دخل نہیں دینا چاہئے، اور اس کی تائید میں یہاں تک کہا گیا کہ قرآن کریم میں ملکی دستور کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں دی گئی ہے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں ایک مفصل رسالہ "دستور قرآنی" کے نام سے تحریر فرمایا جس میں قرآن کریم کی وہ آیات مفصل تشریح کے ساتھ جمع فرمائیں جن میں ملکی نظام کے بارے میں واضح ہدایات عطا فرمائی گئی ہیں۔ پھر ایک

پروپیگنڈا یہ تھا کہ اگر ریاست کو اسلامی بنایا گیا، تو اس میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ حضرت والد صاحب قدس سرہ نے اس کے جواب میں ایک رسالہ "اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق" کے نام سے تحریر فرمایا۔ ان رسالوں کا انگریزی ترجمہ بھی ہوا، اور پھر یہ رسالے ہزاروں کی تعداد میں شائع کرکے انہیں اسمبلی کے ارکان اور عمائد حکومت کو بھیجا گیا اور ان سے ارکان اسمبلی کی ذہن سازی میں بڑی مدد ملی۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تقسیم ہند سے پہلے پاکستان کی تحریک میں علماء کی جدوجہد کو منظم کرنے کے لئے جمعیت علماء اسلام قائم فرمائی تھی، جس نے تحریک میں جان ڈال کر حصول پاکستان میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں اسلامی دستور وقانون نافذ کرنے کے لئے یہ جمعیت حضرتؒ ہی کی سربراہی میں قائم رہی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اُس کے صدر قرار پائے، اور اُن کی وفات کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہم۔ حضرت والد صاحبؒ بیشتر اوقات جمعیت کے نائب صدر کے طور پر کام کرتے رہے، پھر حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ضعف اور معذوری کی وجہ سے حضرت والد صاحبؒ کو جمعیت کا قائم مقام صدر بنا دیا گیا۔ اُس وقت چونکہ ملک مغربی اور مشرقی حصوں پر مشتمل تھا، اس لئے مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں جمعیت کی صوبائی تنظیم حضرت مولانا اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سربراہی میں کام کرتی رہی۔ جمعیت کے تحت دستوری جدوجہد کی ایک لمبی تاریخ ہے جس کا یہ موقع نہیں ہے، لیکن خلاصہ یہ ہے کہ جمعیت نے اپنے محدود وسائل کے تحت تحریر وتقریر، ارباب اقتدار اور دستور ساز اسمبلی سے مذاکرات اور عوامی جلسوں کے ذریعے دستور پاکستان کو اسلامی بنانے، اور ملک میں دینی شعائر کو فروغ دینے کے لئے اپنی جدوجہد مسلسل جاری رکھی، البتہ جمعیت کی ضلعی بنیادوں پر تنظیم کمزور تھی، اور بعض جگہوں پر تنظیمی اختلاف بھی تھا۔ حضرت والد صاحبؒ کو جمعیت کی قیادت سنبھالنے کے بعد اندرونی تنظیم کو منضبط اور فعال بنانے کی بھی فکر تھی۔ ۱۹۵۵ء کے آخر میں آپ نے مغربی اور مشرقی پاکستان کا ایک دورہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ جس میں جمعیت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد متین خطیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ دورے کے دو بنیادی مقصد تھے۔ ایک یہ کہ دستور پاکستان کی تیاری آخری مراحل میں تھی۔ اُس کو اسلامی بنانے کے لئے رائے عامہ کو ہموار کیا جائے، اور اس سلسلے میں لادینی طاقتوں کا علمی اور عوامی سطح پر مقابلہ کیا جائے۔ دوسرا مقصد یہ تھا

کہ مختلف شہروں میں جمعیت کی شاخیں قائم کر کے انہیں متحد اور منظم کیا جائے۔

حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ پنجاب اور سرحد کا دستوری دورہ

میں اس موقع پر اپنی والدہ صاحبہ (رحمہا اللہ تعالیٰ) کے ساتھ ہندوستان سے واپس آ کر لاہور ہی میں تھا، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد متین خطیب صاحبؒ اور برادر مکرم حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے ساتھ سندھ اور پنجاب کے مختلف شہروں کا دورہ کرتے ہوئے لاہور تشریف لائے۔ یہاں سے جہلم، راولپنڈی، اکوڑہ خٹک، پشاور، مردان اور پھر واپسی میں سرگودھا، فیصل آباد (جو اُس وقت لائلپور کہلاتا تھا) اور شیخوپورہ جانے کا پروگرام تھا۔ میرا دل چاہا کہ میں بھی اس سفر میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ چلوں۔ چنانچہ حضرتؒ کی اجازت سے ۲۳ر دسمبر ۱۹۵۵ء کو میں بھی ساتھ ہولیا۔ لاہور سے آگے کسی شہر جانے کا یہ پہلا موقع تھا، اور اپنے ملک کے اس حصے کو دیکھنے کا بڑا شوق۔ دسمبر ۱۹۵۵ء کا آخر تھا، اس لئے سردی بڑی شدید تھی۔ لاہور سے ریل کے ذریعے جہلم پہنچے جہاں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ نے عظیم الشان جلسے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ جمعہ کے بعد عظیم الشان جلسہ ہوا جس سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا، اور شام کو جمعیت کی ایک میٹنگ ہوئی۔ میں عمر کے تیرھویں سال میں داخل ہوا تھا، اور جلسے اور میٹنگ سے زیادہ سیر سپاٹے سے دلچسپی تھی، چنانچہ رات گذار کر فجر کے بعد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا درس قرآن تھا، لیکن ہم حضرت خطیب صاحبؒ کے ساتھ دریائے جہلم کی سیر کیلئے گئے۔ اُس وقت دریا میں لکڑی کے بڑے بڑے شہتیر پڑے ہوئے تھے۔ ہمارے میزبانوں نے بتایا کہ یہ شہتیر کشمیر کے جنگلوں سے درخت کاٹ کر حاصل کئے گئے ہیں۔ شہتیروں کے تاجر وہاں سے درخت کاٹ کر یہ شہتیر دریا میں ڈال دیتے ہیں، اور وہ بہ بہ کر یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ان پر نام اور نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے، اور یہاں وہ جس کے پاس بھیجے جاتے ہیں، وہ اُسے اٹھالیتا ہے۔ کسی دریا سے افق پر طلوع آفتاب کا منظر جو پہلی بار وہاں دیکھا تھا آج بھی ذہن میں تازہ ہے۔

جہلم سے ۲۴ر دسمبر کو بس کے ذریعے راولپنڈی روانہ ہوئے۔ اُس روز محلہ ورکشاپی کی مسجد میں حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دن کے وقت جلسے کا اہتمام کیا ہوا تھا، اور رات کو حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن کی اُس وقت پہلی بار زیارت ہوئی۔ رات کا جلسہ بڑا عظیم الشان تھا، اور

سخت سردی کے باوجود لوگ جم کر تقریریں سنتے رہے۔ آخر میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کڑاکے کی سردی میں حد نظر تک پھیلے ہوئے انسان بیک وقت اسلامی دستور کیلئے انتہائی جوش وخروش کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

اگلی منزل اکوڑہ خٹک تھی۔ راولپنڈی سے ۲۵ر دسمبر کو ہم نے کار کے ذریعے سفر کیا۔ جب کار دریائے اٹک پر پہنچی، تو وہاں شاید کسی ریل کے گذرنے کی وجہ سے راستہ بند تھا، اس لئے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ یہاں انتہائی دلفریب منظر سامنے تھا۔ ایک طرف دریائے اٹک اور دریائے کابل کا سنگھم نظر آ رہا تھا، اور اس کے دونوں طرف سرسبز پہاڑ۔ ایسا منظر میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس موقع پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا کہ پاکستان بننے سے پہلے جب ہم نے حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) کا دورہ کیا تھا، تو اُس وقت بھی ہماری گاڑی یہاں آ کر رک گئی تھی اور سامنے جو حسین منظر تھا، اُسے دیکھ کر حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا تھا۔ انہوں نے اس منظر کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا تمہیں اس منظر میں کوئی ترتیب نظر آتی ہے؟ دیکھو نہ دریا ایک سیدھ میں بہہ رہا ہے نہ ان پہاڑوں کے نشیب وفراز میں کوئی ترتیب نظر آتی ہے، دریا بل کھاتا ہوا بہہ رہا ہے۔ کوئی پہاڑ اونچا اور کوئی نیچا ہے۔ اس پر اُگنے والے درخت بھی ایک لائن میں نہیں ہیں، بلکہ کوئی درخت سیدھا ہے، کوئی خم کھائے ہوئے ہے۔ لیکن اس منظر کا مجموعی حسن ایسا ہے کہ بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حسن ہی بے ترتیبی میں ہے اگر اس میں ربط اور ترتیب پیدا کرنے کی کوشش کی جائیگی تو اس منظر کی بے ساختگی اور اس کا فطری حسن مصنوعی بن کر اپنی دلکشی کھو بیٹھے گا۔

پھر فرمایا کہ لوگ قرآن کریم کی آیات میں زبردستی ربط تلاش کرنے کی کوشش میں بعض اوقات بیجا تکلف سے کام لیتے ہیں، حالانکہ اس کے بے ساختہ حسن کو محسوس کرنے کیلئے کسی ربط وترتیب کو بہ تکلف تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دن کے بارہ بجے ہم اکوڑہ خٹک پہنچے، اور اُس روز کی ڈائری میں میرے یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں:

"۱۲ بجے اکوڑہ پہنچے۔ بہت بڑا جلوس لینے آیا تھا۔ "قانون قرآن زندہ باد"، "مفتی محمد شفیع زندہ باد"، "مفتیٔ اعظم زندہ باد" کے نعروں سے فضا گونج اٹھی، اور دولڑکے بڑی شیریں آواز میں عربی ترانہ پڑھ رہے تھے۔"

یہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم حقانیہ کے ذریعے اپنا فیض جاری فرمایا ہوا تھا۔ حضرتؒ ہی کے مدرسے میں قیام ہوا۔ اُس وقت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم [1] بھی مدرسے میں زیر تعلیم تھے، ان سے پہلی ملاقات اسی موقع پر ان کے ایک ناقابل فراموش احسان کے ذریعے ہوئی۔ وہ اس طرح کہ اکوڑہ خٹک اُس وقت "حسن بداوت" (دیہاتی حسن) کا ایک نمونہ تھا، حضرتؒ کے جس مکان میں ہمارا قیام ہوا، وہ گارے کا بنا ہوا کچا مکان تھا۔ اُس وقت یہاں قدیم عرب کی وہی روایت چلی آتی تھی کہ گھروں میں بیت الخلا بنانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ ہمیں اُس وقت تک "بداوت" کے اس "حسن غیر مجلوب" (۲) کا کبھی تجربہ نہیں ہوا تھا۔ زبردست سردی کی ٹھٹھری ہوئی رات میں مجھے بیت الخلا کی ضرورت پیش آئی، تو اپنی عمر سے قریب جو نوجوان نظر آئے، وہ مولانا سمیع الحق صاحب ہی تھے۔ کم عمری کی وجہ سے اپنی اس ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے شرم بھی آرہی تھی، لیکن طبیعت ان تکلفات کی متحمل نہیں تھی، میں نے ان سے بیساختہ اپنی ضرورت کا اظہار کردیا۔ ان کے چہرے پر کچھ دیر کے لئے تأمل کے کچھ آثار نظر آئے، لیکن فوراً ہی انہوں نے مجھ سے اپنے پیچھے آنے کو فرمایا، اور پھر وہ مجھے اندھیری رات میں ہاتھ پکڑ کر گلی سے گذرتے ہوئے ایک مکان کی چھت پر لے گئے اور ایک چھوٹے سے کمرے کی طرف اشارہ کرکے میری مشکل آسان کی۔ اگرچہ کچھ اندازہ یہ ہورہا تھا کہ یہاں میرا یہ عمل وضع الشیء فی غیر محلہ (۳) کی قباحت سے خالی نہیں ہے، لیکن ان باریکیوں میں جانے کا موقع نہیں تھا، اس لئے میں نے بھی تکلف نہیں کیا۔

یہاں آتے ہوئے تو بات کرنے کا موقع نہیں تھا، لیکن ان کا احسان مند ہونے کے بعد واپسی میں اُن سے تعارف ہوا اور پھر ایسا تعارف ہوا کہ وہ دوستی میں تبدیل ہوگیا جس کا ذکر ان شاء اللہ آگے کہیں آئے گا۔

اکوڑہ خٹک ہی میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں حضرت حکیم الامتؒ "کامل پورے" فرمایا کرتے تھے،) شیخ الحدیث تھے۔ ہمارے محبوب استاذ حضرت مولانا سحبان محمود

(۱) افسوس کہ آج جب یہ روداد چھپ رہی ہے تو انہیں مدظلہم کے بجائے رحمۃ اللہ علیہ لکھنا پڑ رہا ہے۔

(۲) بداوت کے معنی ہیں "دیہاتی انداز" اور "حسن غیر مجلوب" سے متنبی کے اس شعر کی طرف اشارہ ہے جس میں اُس نے کہا ہے کہ: ؎ حسن الحضارة مجلوب بتطرية　　وفی البداوة حسن غیر مجلوب

(۳) اس کے معنی ہیں "کسی چیز کا بیجا استعمال"، اور عام طور پر یہ اصطلاح "ظلم" کی تعریف کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کے شاگرد تھے، اور ان کی زبان سے حضرتؒ کا محبوبانہ تذکرہ نہ جانے کتنی بار سن کر ان کی زیارت کا اشتیاق تھا۔ الحمد للہ یہ اشتیاق وہیں پورا ہوا۔ حضرتؒ کے نورانی پیکر کی یہ پہلی اور آخری زیارت تھی۔ میں نے حضرتؒ سے ذکر کیا کہ ہمارے محبوب استاذ حضرت مولانا سحبان محمود صاحب ہیں، جو آپ کے شاگرد ہیں، اور اس طرح میں آپ کا بالواسطہ شاگرد ہوں۔ حضرتؒ مسکرائے اور بڑی شفقت کا معاملہ فرمایا۔

اگلے دن صبح نو بجے اکوڑہ خٹک سے ہم نوشہرہ پہنچے جہاں ایک بڑا مجمع استقبال کے لئے جمع تھا، اور "مفتئ اعظم زندہ باد" اور "ناظم اعلیٰ زندہ باد" کے نعروں سے ماحول گونج رہا تھا۔ صرف تین گھنٹے کے قیام کے دوران جامع مسجد نوشہرہ میں بڑا جلسہ ہوا، اور ظہر کے بعد مردان کیلئے روانہ ہوئے، اور مسجد پیراں کے قریب قیام ہوا۔ عصر کے بعد مولانا مدرار اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گنج بازار میں جمعیت کی میٹنگ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اور رات کو مسجد پیراں میں جلسہ ہوا۔ اور ۲۷ ردسمبر کی صبح حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مسجد میں درس قرآن دیا۔ اور اسی شام چار بجے چارسدہ سے ہوتے ہوئے پشاور پہنچے۔ رات کو قصہ خوانی بازار کی ایک مسجد میں جلسہ تھا جو دوسرے جلسوں کی طرح بھرپور تھا۔

یہ میرا صوبۂ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) دیکھنے کا پہلا موقع تھا، اور اُس کی اتنی بات یاد ہے کہ ہر کھانے کے بعد سرخ سرخ مالٹوں کا دور چلا کرتا تھا، اور اس کے بعد یہاں کا مشہور "کاوا" یعنی سبز چائے بھاری سے بھاری کھانے کو ایسا ہضم کردیتی تھی کہ تھوڑی دیر میں پھر بھوک لگنے لگتی تھی۔

پشاور سے ۲۸ ردسمبر کو بس کے ذریعے ہٹیاں روانہ ہوئے۔ حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وطن "دریا خان" لیجانے کا پروگرام بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ ھٹیاں سے تانگے کے ذریعے "دریا خان" پہنچے جہاں نماز ظہر ادا کی اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ضیافت سے لطف اندوز ہوئے۔ اُس کے بعد تانگے ہی کے ذریعے حضرو پہنچے جہاں حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غور غشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی، اور ایک کامیاب جلسے کے بعد وہیں سے بس کے ذریعے کیمبل پور (موجودہ اٹک) روانہ ہوئے جہاں عشاء کے بعد جلسے سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا، اور اُس کے بعد ریلوے اسٹیشن پہنچ کر سرگودھا جانے کیلئے ریل میں سوار ہوئے، حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو پورے سفر میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے، راستے میں راولپنڈی پہنچ کر اتر گئے، اور حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ ریل میں ہماری رات گذری۔ صبح اندھیرے ریل حسن وال

کے اسٹیشن پر پہنچی، تو وہاں ایک مجمع حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صرف زیارت کے لئے نہ جانے کب سے منتظر کھڑا تھا، ریل صرف چند منٹ ٹھہری، اور اسی میں محبت کرنے والوں نے اپنا حق محبت ادا کردیا۔ طلوع آفتاب کے وقت ریل سرگودھا پہنچی جہاں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑے مجمع کے ساتھ ریلوے اسٹیشن پر استقبال کیا، اور وہاں بھی بڑا زبردست جلسہ ہوا۔

اگلی صبح ۳۰ر دسمبر کو اسی ریل سے لائل پور (موجودہ فیصل آباد) روانہ ہوئے، جہاں بہت بڑا مجمع استقبال کے لئے موجود تھا، اور جمعہ گھنٹہ گھر کے قریب ایک مسجد میں پڑھا، جہاں جمعہ کے بعد ایک پُر ہجوم جلسہ تھا، وہاں کا زرعی کالج پہلی بار دیکھا۔ ۳۱ دسمبر کو بس کے ذریعے شیخوپورہ پہنچے، اور ظہر کے بعد جلسہ ہوا، اور اُسی دن شام ۴ر بجے کے قریب واپس لاہور پہنچے۔ اور یکم جنوری ۱۹۵۶ء کو بس کے ذریعے سیالکوٹ پہنچے جہاں ہمارے پھوپی زاد بھائی مولانا حامد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پر قیام ہوا، اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں علماء کرام کے ایک اجتماع سے خطاب فرمایا۔ ۲ر جنوری کو واپس لاہور پہنچے۔ حضرت والد صاحب اور حضرت مولانا محمد متین خطیب صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ فوراً ہی مشرقی پاکستان کے دورے پر روانہ ہوگئے، اور وہاں بھی اسی طرح کا طوفانی دورہ کیا، لیکن ہمارے اسباق سے کافی غیر حاضری ہوچکی تھی، اس لئے وہاں سے واپس کراچی آکر ہم دوبارہ پڑھنے میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ تعلیمی سال ختم ہوگیا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان طوفانی دوروں کی خبریں اخبارات میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوتی تھیں، اور اس دورے سے دو بڑے فائدے ہوئے۔ ایک تو ملک کا جو دستور تکمیل کے مراحل میں تھا، اور سیکولر حلقے اُسے ایک لادینی دستور بنانے کی فکر میں تھے، ان دوروں کے ذریعے ملک بھر میں ان کے خلاف ایک فضا بنی جس کے نتیجے میں اُن حلقوں کی یہ کوشش پیچھے چلی گئی۔ دوسری طرف ان دوروں کے نتیجے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت علماء اسلام کو ضلعی سطح پر فعال بنانے کے لئے جگہ جگہ اس کی شاخیں قائم فرمائیں، اور باہمی اختلافات کو رفع کرکے یکجہتی کا ماحول پیدا کرنے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی۔ (۱)

چنانچہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جمعیت علماء اسلام اور ملک کے دوسرے دینی حلقوں نے دستور پاکستان کے سلسلے میں جو انتھک جدو جہد کی تھی، آخر کار اس میں اس حد تک کامیابی حاصل ہوئی کہ ۱۹۵۶ء

(۱) اس سفر کی یہ تفصیلات میری ڈائری سے ماخوذ ہیں۔

کے دستور میں متعدد اسلامی دفعات شامل ہوئیں جن کی وجہ سے اس لابی کو شکست فاش ہوئی جو ملک کا دستور لادینی بنیاد پر بنانا چاہتی تھی، اور ملک سیکولر بننے کے خطرے سے بچ گیا۔ چنانچہ اس دستور کے نفاذ کے لئے ۲۳/ مارچ ۱۹۵۶ء کی تاریخ مقرر کی گئی۔ یہ وہی تاریخ تھی جس میں ۱۹۴۰ء کی قرارداد پاکستان منظور کی گئی تھی۔ اس تاریخ کو ملک بھر میں ''یوم جمہوریہ'' منایا گیا، اور ملک کے ریاستی سربراہ کو گورنر جنرل کے بجائے پہلی بار صدر مملکت کہا گیا، اور اگر یہ کہا جائے، تو بیجا نہیں ہوگا کہ ملک کو مکمل آزادی اُس روز حاصل ہوئی۔ اس لئے اس دن پورے ملک میں ایک جشن کا سا سماں تھا۔ دارالعلوم کے طلبہ تقریر کی مشق کے لئے جو ہفتہ وار اجتماع منعقد کیا کرتے تھے، اس روز اس کا موضوع یہی تھا۔ اور اس موقع پر میں نے بھی ایک ٹوٹی پھوٹی نظم کہی تھی جو اس اجتماع میں پڑھی گئی۔

سب سے پہلے نماز کا حساب

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ . رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ .قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ - : اِنَّ أَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَا تُهُ، فَاِنْ صَلُحَتْ ، فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ ، وَاِنْ فَسَدَتْ ، فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ ، فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِهِ شَیِیْءٌ، قَالَ الرَّبُّ .عَزَّ وَجَلَّ - :اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ ، فَیُکَمَّلُ مِنْهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَةِ ؟ ثُمَّ تَکُوْنُ سَائِرُ أَعْمَالِهِ عَلٰی هٰذَا . رواه الترمذی ، وقال : حدیث حسن (ریاض الصالحین. ۲/ ۲۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب اور بامراد ہوگا، اور اگر نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامراد اور خسارہ میں ہوگا، اور اگر فرض نماز میں کچھ کمی پائی گئی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: دیکھو اس بندہ کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کردیا جائے؟ (اگر نکل آئیں تو ان سے فرضوں کی تکمیل کردی جائے گی) اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال کا حساب ہوگا۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم

باسمہ سبحانہ

میری مختصر سی بیماری اور احباب کی محبت

میں ۲۶ رستمبر ۲۰۱۸ء سے تقریباً تین ہفتے گھٹنے کے قریب ایک اندرونی چوٹ کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتا تھا، اور معالجین کی ہدایت کے مطابق اس پورے عرصے پہیوں والی کرسی پر درسگاہ، مسجد اور دفتر جاتا رہا۔ نماز بھی اسی کرسی پر بیٹھ کر ادا کرتا رہا۔ اسی دوران پہلے اتوار کی مجلس میں میرے منہ سے یہ دعا نکلی کہ:

"اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے زمین پر سجدہ کرنے سے محروم نہ فرمائے۔" میری یہ دعا سُن کر درجۂ سابعہ (الف) کے ایک طالبِ علم عزیزم جنید اشفاق فقرانکی نے مجھے یہ اشعار لکھ کر دیئے۔ جن میں میری اس دعا کی ترجمانی کی تھی:

مجھ کو پیشانی تُو دہلیز تلک لانے دے
مجھ کو الفت کے سمندر میں اتر جانے دے

تیرا بندہ، ترا طالب، ترا بیمار تقیؔ
اب دعا گو ہے کہ دربار تلک آنے دے

مجھ کو معلوم ہے مولا! میں خطا کار ہوں، پر
مجھ کو سجدوں میں تڑپنے کا مزہ پانے دے

یاد آتی ہیں جبیں سائی کی گھڑیاں مولا!
اپنی چوکھٹ سے ذرا مجھ کو لپٹ جانے دے

میری چاہت ہے کہ کرسی سے اتر جاؤں میں
بندگی راز ہے اور ناز میں بتلانے دے

یہ اشعار دیکھ کر میری طبیعت بھی موزوں ہوگئی، اور میں نے ان پر دو اشعار کا اضافہ کردیا:

بندگی عشق بھی ہے، سوز بھی ہے، ناز بھی ہے
راز کی بات ہے، چپکے ہی سے پہنچانے دے

طالبِ قرب ہوں، لیکن مری کرسی ہے حجاب
خاک کے راستے اب عرش تلک آنے دے

یہ اشعار کافی مشہور ہوگئے، اور مجھے ڈر لگا کہ خدانخواستہ ان میں شکوے کا کوئی پہلو نہ ہو، یہ بات میں نے اتوار کی اگلی مجلس میں ذکر کردی، اور شکوے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنے کے لئے مولانا رومی کا یہ شعر بھی پڑھا:

چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش
چوں کشاید، چابک و برجستہ باش

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں کسی میخ سے باندھ دے، تو بندھے ہی پڑے رہو، اور جب وہ بند کھول دے تو خوب چستی دکھاؤ۔

اور یہ مشہور شعر بھی پڑھا:

نہ تو ہے ہجر ہی اچھا، نہ وصال اچھا ہے
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

نیز عرض کیا کہ بیماری دور کرنے کی دعا ضرور مانگنی چاہئے، لیکن اس میں شکوہ نہ ہونا چاہئے، اس موقع پر اسی طالب علم یعنی عزیزم جنید اشفاق نقرانکی نے میری ترجمانی کرتے ہوئے یہ شعر کہے:

جس میں ہو شکر خدا کا، وہی قال اچھا ہے
وہ گھڑی اچھی ہے، دن اچھا ہے، سال اچھا ہے

ہے یہ اعزاز کہ بیمار بھی تُو کرتا ہے
میرے مولا! ترے بندوں کا مآل اچھا ہے

درد گھٹنے میں ہے، اور شکر سراپا مرا
یوں تو بیمار ہوں، لیکن مرا حال اچھا ہے
مجھ کو ہر خیر ملے، شر سے میں محفوظ رہوں
شکوہ اچھا نہیں، لیکن یہ سوال اچھا ہے

پھر دورۂ حدیث کے ایک طالب علم عزیزم محمود اشرف جوہر نے یہ دو شعر مجھے بھیجے:

میرے مولا رہوں کرسی پہ یا ساجد میں زمیں پر
کوئی شکوہ کروں تجھ سے، نہ شکن لاؤں جبیں پر
میرے مولا! تو بٹھادے گا جہاں پر بھی تقی کو
تیرہ بندہ تیرا طالب رہے مسرور وہیں پہ

اور دورۂ حدیث کے ایک اور طالب علم عزیزم محمد اسعد نوشہروی نے یہ اشعار لکھ کر مجھے دیئے:

شکر لازم ہے تجھے، گرچہ نہیں تابِ قیام
قوّتِ دید تو ہے، طاقتِ گویائی بھی
یہ شرف کم ہے کہ تو اُس سے ہے سرگرم سخن
کل کو مل جائے گی توفیقِ جبیں سائی بھی
بندگی یہ ہے کہ تقدیر پہ راضی ہی رہو
لب پہ شکوہ نہ ہو، تکلیف اگر آئی بھی
کیوں نہ بخشے گا تجھے قُرب وہ اپنا آسی
ہے وہ مائل بہ کرم، تو ہے تمنائی بھی

میرے محبوب! خدا تجھ کو سلامت رکھے

تا ابد شاد رہے تُو، ترا شیدائی بھی

طلبہ کے یہ جذباتِ محبت وحکمت قارئین البلاغ تک پہنچانے کو دل چاہا، اس لئے یہاں شائع کر رہا ہوں ۔اس دوران جن بزرگوں اور احباب نے دعاؤں کے تحفے بھیجے، اُن کا تہِ دل سے شکر گذار بھی ہوں اور دعا گو بھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں عافیتِ دارین عطا فرمائیں، خاص طور پر میں جناب ڈاکٹر شکیل بیگ صاحب (بقائی ہسپتال) کا ممنون ہوں کہ اس دوران خود بار بار تشریف لاکر معائنے اور ہدایات سے مطلع فرماتے رہے۔ نیز ڈاکٹر امین چنائی صاحب (انڈس ہسپتال) اور ملک کے معروف ہڈیوں کے ڈاکٹر شاہد نور صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ وہ نہ صرف عیادت بلکہ معائنے اور ہمت افزائی کے لئے تشریف لائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب کو اپنی شان کے مطابق اجر عطا فرمائیں۔ آمین۔

الحمدللہ یہ علالت مختصر رہی، اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب اپنے پاؤں سے چل رہا ہوں، اور نماز کی بھی حسب معمول توفیق ہورہی ہے۔ اور اب حرمین شریفین کے لئے عنقریب روانگی کا ارادہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رضا کے مطابق حاضری کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بندہ

محمد تقی عثمانی

۱۵/ ۲/ ۱۴۴۰ھ

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

بلقان ریاستوں کا سفر

(دوسری اور آخری قسط)

بوسنیا کے علمی شہر موستار میں

بوسنیا کا دارالحکومت سرائیوو (Sarajevo) ہے، اور ہماری منزل وہی تھی۔ بوسنیا ہرزیگونیا ۵۱۱۸۰ کیلومیٹر رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ سرائیوو شہر کافی دور تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری سہولت کا یہ غیبی انتظام فرمایا کہ سرائیوو سے تقریباً دو گھنٹے کی مسافت پہلے ایک تاریخی شہر موستار (Mostar) آتا ہے۔ یہاں دمشق کے پڑھے ہوئے ایک نوجوان عالم شیخ جواد کو میری یہاں آمد کا پتہ چلا، تو انہوں نے امریکہ میں اپنے کسی دوست کو فون کر کے ان سے میرا یا میرے کسی ساتھی کا نمبر لینا چاہا، تو انہوں نے مفتی شبیر صاحب کے صاحبزادے مولانا یوسف شبیر کا نمبر دیدیا جو اس سفر میں ہر وقت میرے ساتھ تھے۔ ان سے بات کر کے انہوں نے کہا کہ سرائیوو سے پہلے ان کا شہر موستار آتا ہے، اور وہ چاہتے ہیں کہ ہمارے قافلے کی وہ مہمانی کریں۔ چنانچہ ہم نے موستار میں ان کے گھر پر قیام کیا، انہوں نے ہم گیارہ افراد کے لئے بہترین کھانے کا انتظام کر رکھا تھا جو مقامی انداز کا کھانا تھا، لیکن سب نے اس کا بہت لطف اٹھایا۔ ان کے ڈرائنگ روم کو دیکھا، تو وہ کتابوں سے بھرا ہوا تھا، اور ان میں میری بھی کئی کتابیں موجود تھیں جن پر انہوں نے میرے دستخط لئے۔ انہوں نے بتایا کہ شہر موستار علماء کا شہر رہا ہے جہاں سے بڑے بڑے علماء اور مصنفین پیدا ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہاں کے علماء کی تالیفات کے مخطوطے دکھائے، اور ساتھ ہی یہ لرزہ خیز حقیقت بھی کہ ان مصنفین کے وارث اب مسلمان بھی نہیں رہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک اہم مخطوطہ اصول فقہ حنفی پر شیخ مصطفیٰ ایوبی زادہ معروف بہ شیخ یویو کی شرح "المنتخب" کا تھا۔ "المنتخب فی أصول المذهب" درحقیقت اس کتاب کا نام ہے جو ہمارے درس نظامی میں "حسامی" کے نام سے مشہور ہے، اور اپنے مؤلف شیخ حسام الدین محمد بن محمد بن عمر الاخسیکثی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مناسبت سے اُسے حسامی کہا جاتا ہے۔ شیخ مصطفیٰ ایوبی رحمۃ اللہ علیہ جو موستار ہی کے باشندے تھے، انہوں نے حسامی کی یہ مبسوط شرح لکھی تھی۔ شیخ جواد نے ایک مطبوعہ کتاب "الجوهر الأسنى فی تراجم علماء وشعراء بوسنه" بھی دکھائی جس میں بوسنیا کے علماء کے حالات ذکر کئے گئے ہیں۔ شیخ جواد خود بھی نہایت علم دوست اور وسیع المطالعہ نوجوان ہیں، اور ہمارے

ساتھ رہنے کے دوران مسلسل علمی سوالات کرتے رہے۔انہوں نے میرے قیلولہ کے لئے ایک کمرہ تیار کر رکھا تھا جہاں کچھ آرام کرنے کے بعد وہ شہر موستار دکھانے لے گئے۔اس شہر میں پچاس فی صد آبادی مسلمانوں کی اور پچاس فی صد سرب عیسائیوں کی ہے۔شہر میں پندرہ مسجدیں ہیں،اور یہاں بھی مسلمانوں کو قید و بند اور خونریزی کا نشانہ بنایا گیا تھا۔شیخ جواد نے بتایا کہ ان کے والد کو قید کیا گیا،۔اور ان کے چچازاد بھائی شہید ہوئے۔

یہ شہر دریائے نیریتوا(Neretva River) کے دونوں طرف آباد ہے۔یہاں پہاڑ کی بلندی پر ایک پرانا پُل ہے جو اس دریا پر بنا ہوا ہے،اور سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز ہے۔اس پُل سے دریا ایک آبشار کی صورت میں گرتا نظر آتا ہے۔یہیں سے سیڑھیاں کوسکی محمد پاشا(Koski Mehmed-Pasha) مسجد تک پہنچاتی ہیں،جس کے میناروں سے شہر کا طائرانہ منظر نظر آتا ہے۔ موستار کے مضافات میں ایک قدیم خانقاہ بھی ہے جو درویش خانقاہ کہلاتی ہے۔خلاصہ یہ کہ اس علماء اور اولیاء کے شہر میں آج ہم دین کے نام لیوا،بطور خاص اپنے لباس میں،بالکل اجنبی محسوس ہوتے تھے،عزیزم مولانا یوسف نے کہا کہ بعض جگہ سیاح ہمیں اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ہم بھی سیاحوں کی دلچسپی کی چیز (tourist attraction) ہوں۔

مغرب یہاں تقریباً دس بجے ہو رہی تھی،ہم نے ایک ایسی مسجد میں نماز ادا کی جو 498 سال پہلے سلطان سلیمان کی بنائی ہوئی تھی۔مغرب کے بعد شیخ جواد نے تمام ساتھیوں کے لئے عشائیہ کا انتظام کیا۔اور ان کا اصرار تھا کہ ہم رات میں انہی کے یہاں قیام کریں،اور صبح کو سرائیوو روانہ ہوں۔اگرچہ سرائیوو یہاں سے دوڈھائی گھنٹے کی مسافت پر تھا،اور طویل سفر کے بعد یہ مزید سفر شاق معلوم ہو رہا تھا،لیکن رائے یہی بنی کہ یہ مشقت اسی وقت اٹھالی جائے،تاکہ سرائیوو پہنچ کر اطمینان ہو کہ اب سڑک کا کوئی اور سفر نہیں ہے۔چنانچہ ہم شیخ جواد سے معذرت کر کے روانہ ہوگئے۔رات کے وقت سڑک بالکل صاف تھی،اس لئے بفضلہ تعالیٰ ہم دو گھنٹے میں سرائیوو کے ہوٹل میں پہنچ گئے۔اس وقت رات کے تقریباً دو بج رہے تھے۔ان علاقوں میں یہ ایام ایسے تھے کہ جن میں یہاں رات کو شفق غروب نہیں ہوتی،اس لئے نماز فجر اس وقت پڑھی جاسکتی تھی۔چنانچہ نماز فجر ادا کر کے ہم سوگئے،اور دل مطمئن ہوگیا کہ اب چار دن تک سڑک کا کوئی لمبا سفر نہیں ہے۔

بوسنیا کی مختصر تاریخ

آگے بڑھنے سے پہلے بوسنیا کا مختصر تعارف کرادینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔بوسنیا یورپ کے جنوب مشرق میں جزیرہ نمائے بلقان کی ایک انتہائی سرسبز و شاداب ریاست ہے۔خلافت عثمانیہ کے دور میں یہ علماء،فقہاء اور

ادباء کا ایک اہم مرکز تھی۔ یہاں خلافت عثمانیہ کی حکومت ۱۴۶۳ء میں قائم ہوئی، اور چار سو سال تک شان وشوکت اور خوشحالی کے ساتھ جاری رہی۔ جب خلافت عثمانیہ کمزور پڑنی شروع ہوئی، تو یورپ کی بڑی طاقتوں، خاص طور پر برطانیہ، فرانس اور آسٹریا کی نگاہیں اس خطے پر مرکوز تھیں۔ یہاں بار بار یہ آوازیں اٹھائی جاتیں کہ یہاں کی عیسائی آبادی کو اس کے حقوق نہیں دیئے جارہے۔ اس بہانے کو تقویت دینے کے لئے بعض اوقات ایسے انتہاپسندوں کو بھی تیار کیا گیا جو واقعۃً عیسائیوں کے خلاف پُر تشدد کارروائیاں کرتے، اور مذکورہ بالا یورپی حکومتیں خلافت عثمانیہ کے پاس شکایتیں لیکر پہنچ جاتیں، اور اسے مجبور کرتیں کہ بلقان کی ان ریاستوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دی جائے۔ اس سازش کی پوری تفصیلات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خودنوشت سوانح حیات "نقش حیات" میں بیان فرمائی ہیں۔ خلافت عثمانیہ چونکہ اس وقت کمزور پڑ چکی تھی، اس لئے وہ رفتہ رفتہ انہیں خود مختاری دینے پر مجبور ہوئی، اور اگرچہ اب بھی انہیں خلافت عثمانیہ کے ایک اہم صوبے کی حیثیت حاصل تھی، لیکن اس پر مرکز کی گرفت ڈھیلی پڑتی گئی، اور آخر کار ۱۸۷۸ء میں معاہدۂ برلن کے نتیجے میں یہ علاقہ آسٹریا۔ہنگری کے کنٹرول میں آ گیا۔ اس حکومت کے خلاف سرب عیسائیوں نے ایک خفیہ مہم شروع کی، جس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ جب آسٹریا کے ایک ولی عہد آرچ ڈیوک فرینز فرڈی نینڈ نے بوسنیا کے شہر سرائیوو کا دورہ کیا، تو ۲۸؍ جون ۱۹۱۴ء کو سرب عیسائیوں کے اس گروپ نے اُسے اور اس کی بیوی کو قتل کردیا۔ یہ قتل ہی پہلی جنگ عظیم کا نقطۂ آغاز بنا اور آسٹریا۔ہنگری نے سلطنت سربیا کو جنگ کا الٹی میٹم دیدیا، اور بڑی بڑی طاقتیں اس جنگ میں شریک ہوگئیں جس کی وجہ سے جنگ عظیم جولائی ۱۹۱۴ء سے لیکر ۱۱؍ نومبر ۱۹۱۸ء تک جاری رہی، اور اس کے نتیجے میں بوسنیا سلطنت سربیا کے تحت آ گیا، جس کا نام بعد میں یوگوسلاویہ رکھدیا گیا۔ ۱۹۲۹ء میں سلطنت یوگوسلاویہ قائم ہوگئی، اور بلقان کی تمام ریاستیں اس کے زیرنگیں آ گئیں۔ اس زمانے میں بھی علاقے کے لوگوں، بالخصوص مسلمانوں پر جبر وتشدد کا بدترین دور گذرا۔ دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر نے حملہ کرکے ۱۹۴۱ء میں یوگوسلاویہ پر قبضہ کرلیا۔ یہ قبضہ ۱۹۴۵ء تک جاری رہا، اور ہٹلر کی شکست کے بعد یہاں کیمونسٹوں نے "سوشلسٹ ری پبلک آف یوگوسلاویہ" کے نام سے اپنی حکومت قائم کرلی۔ کیمونزم کا یہ دور ۱۹۴۵ء سے ۱۹۹۲ء تک جاری رہا۔ اس دور میں کیمونسٹوں نے مذہب کو فنا کرنے کے لئے مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر بدترین مظالم ڈھائے۔ مسجدوں پر پابندی عائد کی گئی۔ دینی تعلیم ممنوع قرار پائی۔ دینی کتابیں گھروں میں رکھنے پر بدترین سزائیں جاری کی گئیں۔ البتہ یہاں کا حال البانیہ سے اس لئے بہتر تھا کہ یہاں تمام مسجدیں شہید نہیں کی گئیں، اور

دکھانے کے لئے کچھ دینی ادارے بھی برقرار رہنے دیئے گئے۔
۱۹۹۰ء تک کمیونسٹ یوگوسلاویہ کی حکومت جاری رہی، اور جب کمیونسٹ ریاستیں ناکام ہو کر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئیں، تو یوگوسلاویہ کی ریاستیں بھی خودمختار بننے لگیں۔ بوسنیا میں اکثریت مسلمانوں کی تھی، اور اسے آزاد ریاست قرار دینے میں بہت سی رکاوٹیں ڈالی گئیں۔ آخرکار بوسنیا کے سربراہ علیجا عزت بیگ نے اس کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ سربیا اور کروشیا وغیرہ نے اس کی مخالفت میں سابق یوگوسلاویہ کی فوج کے ساتھ مل کر بوسنیا کے دارالحکومت سرائیوو پر حملہ کر دیا۔ ایک طرف حملہ آور سربوں کے پاس اسلحہ کا بڑا ذخیرہ تھا، اور بوسنیا کے مسلمانوں کے پاس ساز و سامان کی کمی تھی۔ اس غیر متوازن صورت حال میں بوسنیا پر ایک مصیبت اقوام متحدہ نے یہ ڈال دی کہ اس علاقے میں اسلحہ کی سپلائی پر مکمل پابندی عائد کر دی۔ اس پابندی کے بارے میں بوسنیا کے ایک لیڈر حارث سلیاژک (Haris Silajdzic) نے یہ جملہ کہا تھا کہ:

"اس پابندی نے صرف مظلوم کو سزا دی، اور جارحیت کے اس مرتکب کی حمایت کی جس کے پاس اتنا اسلحہ تھا جسے وہ سنبھال بھی نہیں سکتا تھا۔"

اس مشکل صورت حال میں بوسنیا کے مسلمانوں نے بڑے صبر و استقامت کے ساتھ یہ جنگ لڑی، اور اس جنگ میں بوسنیا کے مسلمانوں کی مدد کے لئے بہت سے مسلم ممالک کے رضا کار مجاہدین اطراف عالم سے وہاں پہنچ گئے۔ ان میں مشرق اوسط، شمالی افریقہ، افغانستان، پاکستان، ترکی، اسپین، جرمنی وغیرہ کے مسلمان شامل تھے، جو شروع میں امدادی کارروائیوں کے لئے وہاں رہے، اور بعد میں انہوں نے بوسنیا کی فوج کے ساتھ شانہ بشانہ جنگ میں حصہ لیا۔ اس تین سالہ جنگ کے دوران بوسنیا کے سربراہ عزت بیگ کو امن کی کئی تجویزیں پیش کی گئیں جن میں سے ایک تجویز یہ تھی کہ بوسنیا کو تقسیم کر کے مسلمانوں کے دو علاقوں کے بیچ میں ایک غیر مسلم حکومت قائم کی جائے۔ اس تجویز کو مسترد کرتے ہوئے عزت بیگ مرحوم کا یہ جملہ تاریخ کا حصہ بن گیا ہے کہ:

We choose the certainty of war over the uncertainty of peace, and we will fight.

یعنی: "ہم غیر یقینی امن کے مقابلے میں جنگ کی یقینی حالت کو اختیار کرتے ہیں، ہم لڑتے رہیں گے"
اور آخرکار بوسنیا ہرزگوینا کے نام سے ایک آزاد ریاست وجود میں آ گئی۔ جب یہ لڑائی جاری تھی تو الحمدللہ پاکستان اور اس کے عوام کی طرف سے اس میں بوسنیا کے مسلمانوں کے لئے ممکنہ امداد بھیجی گئی تھی، جس کا ذکر آگے ان شاء

اللہ تعالیٰ آئے گا۔لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس جنگ کی تفصیلات اور اس کی نوعیت اب اس دورے میں سمجھ میں آئی۔

سرائیوو کا دورہ

سرائیوو پہنچنے کے بعد حضرت مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہم اور ان کے دو ساتھیوں کے علاوہ جو علی الصبح یہاں سے ہندوستان روانہ ہوگئے، اب ہمارے قافلے کے دوسرے تمام ارکان یکجا ہو چکے تھے۔اس دورے کے محرک مولانا محمد حنیف صاحب نے آج کے دن (منگل ۲۶ر جون ۲۰۱۸ء کو) یہ پروگرام بنایا ہوا تھا کہ سرائیوو شہر کا دورہ کیا جائے جس میں بعض ملاقاتیں بھی شامل تھیں۔سرائیوو (Sarajevo) بوسنیا ہرزگونیا کا دارالحکومت ہے جس کے درمیان دریائے ملجیکا (Miljeca) بہتا ہے۔اور تین طرف سے الپ کے فلک بوس پہاڑ اسے گھیرے ہوئے ہیں۔سربوں کی فوجیں ان پہاڑوں پر قابض تھیں، اور پورا شہر ان کے نشانے پر تھا جہاں سے وہ مسلسل شہر پر گولہ باری اور فائرنگ کا سلسلہ جاری کئے ہوئے تھے۔شہر کی بہت سی عمارتیں اور بیشمار انسان اس گولہ باری کی نذر ہوئے۔دوسری طرف بوسنیا کے مسلمانوں کی فوج کم بھی تھی، اور ان کے پاس اسلحہ بھی بہت تھوڑا تھا۔اس اسلحہ کے ذریعے پہاڑوں پر بیٹھی ہوئی فوج کا مقابلہ کرنا انتہائی مشکل تھا۔دوسری طرف ان کو باہر سے اسلحہ ہی نہیں، کھانے پینے کی چیزوں کی سپلائی بھی اس لئے بند تھی کہ سپلائی کے راستوں پر یا تو دشمن کا قبضہ تھا، یا اقوام متحدہ کی فوجیں حائل تھیں۔یہاں آ کر ہی صحیح اندازہ ہوتا ہے کہ جنگ کے دوران بوسنیا کے مسلمان کن صبر آزما حالات سے گذرے ہیں۔

ہم سب سے پہلے شہر کی قدیم ترین مسجد میں گئے جو سلطان محمد فاتح ثانی نے ۱۴۶۲ء میں بنائی تھی، اور اب "شاہی مسجد (Emperors Mosque)" کہلاتی ہے۔یہاں شیخ صدرالدین نے ہمارا استقبال کیا جو اس مسجد کے امام اور اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد کے فارغ التحصیل ہیں۔انہوں نے ہمیں بوسنیا کی جنگ کی تفصیلات بتائیں، اور ساتھ ہی یہ کہا کہ اگرچہ اس جنگ میں تقریباً دو لاکھ مسلمان شہید ہوئے، لیکن آخرکار یہ جنگ اس لحاظ سے مسلمانوں کے لئے ایک رحمت ثابت ہوئی کہ مسلمانوں پر دین کی جو گرفت پچھلے دور میں کمزور پڑ چکی تھی، اس جنگ نے ان کے اندر ایک نئی روح پھونک دی، اور اب رفتہ رفتہ یہاں کے دینی حالات بہت بہتر ہو رہے ہیں۔

سرائیوو کے قدیم شہر میں ایک یونی ورسٹی ہے جس میں اسلامی علوم کا ایک مضبوط شعبہ ہے۔اس کے سربراہ پروفیسر احمد ہیں جنہوں نے میری انگریزی کتاب "انٹروڈکشن ٹو اسلامک فائنانس" کا بوسنیا کی زبان میں ترجمہ شائع کیا ہے۔انہوں نے دعوت دی تھی کہ ہم ان کی یونی ورسٹی کا دورہ کریں، چنانچہ اس یونی ورسٹی میں انہوں نے

ہمارا بڑی محبت سے استقبال کیا، اور میری کتاب کے بوسنین ترجمے کے متعدد نسخے ہمیں تحفے میں دیئے، اور کہا کہ الحمدللہ یہ کتاب یہاں کافی مقبول ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے بتایا کہ صرف پرانے شہر میں اسّی مساجد ہیں جو خلافت عثمانیہ کے وقت سے چلی آتی ہیں۔ اسلامی علوم کا یہ شعبہ ۱۸۸۴ء میں قائم ہوا تھا جب یہاں آسٹریا کی حکومت تھی، اور اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ یہاں مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے قاضیوں کی تربیت کی جائے۔ یہ تربیت ۱۹۴۵ء تک جاری رہی، اور یہاں سے نکلنے والے قاضی شرعی عدالتوں میں شرعی فیصلے کرتے رہے۔ لیکن ۱۹۴۶ء سے ۱۹۷۱ء تک کمیونسٹ دور میں اس کو بند کردیا گیا تھا۔ ۱۹۷۱ء میں دین پر پابندیوں میں کچھ کمی آئی، جس کے بعد اس فیکلٹی نے دوبارہ کام کرنا شروع کیا۔ اب اس کے تحت چھ مدرسے چل رہے ہیں جن میں دو ہزار طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے ۱۵۰۰ حضرات مساجد میں امام مقرر ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہماری فیکلٹی اب یونی ورسٹی آف سرائیوو کا ایک حصہ ہے، اور الحمدللہ اب یہاں کے حالات بہت بہتر ہیں۔ ملک میں تمام دینی کام ایک تنظیم کے تحت انجام پاتے ہیں جو مشیحتہ کہلاتی ہے، اور مختلف مقامات پر مفتیوں کا تقرر بھی یہی تنظیم کرتی ہے۔ پروفیسر احمد نے کہا کہ بوسنیا کی زبان میں دینی کتابوں کی کمی ہے، اور ہم سے مشورہ کیا کہ مزید کن کتابوں کا ترجمہ یہاں کے لئے مفید ہوگا؟ میں نے انہیں چند کتابوں کے نام بتائے، اور انہوں نے شروع میں میری کتاب "آسان نیکیاں" کا ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

یونی ورسٹی سے نکلنے کے بعد ہم نے نماز مغرب یہاں کی ایک اور قدیم مسجد غازی خسرو بیگ میں ادا کی جو ۱۵۳۱ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ غازی خسرو بیگ خلافت عثمانیہ کی طرف سے یہاں گورنر بن کر آئے تھے، اور انہوں نے یہاں ایک عالی شان مسجد، مدرسہ، کتب خانہ اور مہمان خانہ قائم کیا تھا۔ اس مسجد کے اطراف میں پرانے طرز کا ایک بارونق بازار ہے جس میں پچاسوں دوکانیں ہیں۔ یہ ساری دوکانیں غازی خسرو بیگ رحمۃ اللہ علیہ نے وقف کرکے ان کے کرائے کی آمدنی اسلامی مقاصد کے لئے مختص کردی تھی۔ کمیونسٹ دور میں یہ سلسلہ ختم کردیا گیا تھا، اب ایک قانون کے ذریعے ان اوقاف کو بحال کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

بوسنیا کی جنگ کے دوران اس عالی شان مسجد پر مختلف اوقات میں تقریباً سو گولے داغے گئے جس سے مسجد کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ ۲۰۰۰ء میں اس کی بڑے پیمانے پر مرمت اور بحالی کا کام ہوا جس کے نتیجے میں اب وہ اپنے پرانے شکوہ کے ساتھ نمایاں نظر آتی ہے۔ غازی خسرو بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار بھی مسجد کے متصل واقع ہے۔ ہم نے اس عظیم مجاہد کی قبر پر سلام عرض کیا، اور ان کے لئے ایصال ثواب کیا۔

اگلے دن مولانا حنیف صاحب نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ ہم سب بوسنیا کے ایک قصبے سرے برینکا (Srebrenica) جائیں، یہ قصبہ اس لحاظ سے ایک منفرد قصبہ ہے کہ اس میں بوسنیا کی جنگ کے دوران آٹھ ہزار مسلمانوں کا اس بری طرح قتل عام ہوا تھا کہ وہاں اب تمام تر بیواؤں اور یتیموں کی آبادی ہے۔ یہاں کے دورے کا مقصد ان کی ضروریات جاننا اور ان کو مدد پہنچانا تھا۔ لیکن لوگوں نے بتایا کہ یہ قصبہ یہاں سے کم از کم چار گھنٹے کی مسافت پر ہے، اور سڑک بھی خراب ہے۔ میں پہلے ہی لمبے سفر سے بہت تھکا ہوا تھا، اس لئے رفقاء نے مشورہ دیا کہ میں وہاں نہ جاؤں، اور جو حضرات جا رہے ہیں، انہی سے وہاں کے حالات معلوم ہو جائیں گے، اور انہی کے ذریعے کچھ امدادی رقم بھی بھیجی جا سکے گی۔ چنانچہ میں اور میرے وہ رفقاء جو مقدونیہ سے میرے ساتھ تھے، وہاں خود نہیں گئے، اور مولانا حنیف صاحب کی قیادت میں ایک بس وہاں کے لئے روانہ ہوگئی۔ جو حضرات وہاں گئے، انہوں نے رات کو واپس آ کر بڑے دردناک حالات بیان کئے۔ ان کی ملاقات ایک ایسے نوجوان سے ہوئی جو اس قتل عام کے زمانے میں کسی طرح پہاڑوں پر جا بسا تھا، اور دو مہینے اس نے پہاڑوں پر اُگے ہوئے پودوں پر گذارا کیا۔ وہاں کی آبادی کے بیشتر مرد سربوں کی اس سفاکی کا شکار ہوئے جسے اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل نے تاریخ کا بدترین قتل عام قرار دیا تھا۔ وہاں چونکہ بڑی تعداد بیواؤں اور یتیموں کی ہے، اس لئے مولانا حنیف صاحب اور ان کے رفقاء نے وہاں منظم امداد فراہم کرنے کے لئے کچھ مقامی حضرات کو اعتماد میں لیا، اور ان سے مستقل رابطہ رکھنے کا انتظام کیا۔

امید کی سرنگ

جب یہ حضرات سرے برینکا (Srebrenica) روانہ ہوگئے، تو ہم اور ہمارے رفقاء بوسنیا کی جنگ میں مسلمانوں کا ایک عجوبۂ روزگار کارنامہ دیکھنے کے لئے گئے۔ یہ ایک سرنگ ہے جسے اب "امید کی سرنگ (Tunnel of Hope)" کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، سرائیوو شہر اونچے اونچے پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے جن پر سرب فوج قابض ہو کر مسلسل گولہ باری کر رہی تھی۔ دوسری طرف ائیر پورٹ پر اقوام متحدہ کی فوج تعینات تھی جس نے اس علاقے میں اسلحہ کی سپلائی پر وہ پابندی لگائی ہوئی تھی جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ لہٰذا سرائیوو میں اسلحہ تو درکنار، کھانے پینے کی چیزیں بھی باہر سے آنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ لوگ فاقہ کشی کا شکار تھے، ہسپتالوں میں دوائیں اور علاج کے آلات ختم ہو چکے تھے۔ مجھے ایک بوڑھے بزرگ نے بتایا کہ ایک مرتبہ جنگ کے دوران میری ٹانگ میں گولی لگی جس سے خون بری طرح بہ رہا تھا، میں ہسپتال پہنچا، تو

وہاں متعلقہ آلات نہیں تھے جن سے علاج کیا جاتا۔ میں نے ان سے کہا کہ اس جگہ عام قسم کی پٹی باندھ دو، پھر میں وہ پٹی بندھوا کر پھر جنگ میں شریک ہوگیا۔

ان مشکل حالات میں بوسنیا کے مسلمانوں نے سپلائی بحال کرنے کے لئے ایک خفیہ سرنگ کھودی جو آٹھ سو میٹر لمبی، ایک میٹر چوڑی اور ایک اعشاریہ چھ میٹر اونچی تھی، اور ایسے علاقے میں نکلتی تھی جہاں سے سپلائی ممکن تھی۔ اس سرنگ کا کچھ حصہ یادگار کے طور پر اب بھی محفوظ رکھا گیا ہے جس میں ہم نے داخل ہو کر دیکھا، تو یہ اتنی تنگ سرنگ ہے کہ اس میں انسان جھک جھک کر چل سکتا ہے۔ پوری قوم اس سرنگ کے کھودنے میں شریک تھی، اور بہت سے مرد اور خواتین ہمیں وہ ملے جو اس کی کھدائی میں شریک تھے۔ یہ سرنگ چار مہینے (مارچ تا جون ۱۹۹۳ء) میں مکمل ہوئی جس کے نتیجے میں سپلائی بھی بحال ہوئی، اور اس راستے سے افرادی قوت بھی مہیا ہوئی۔ یہاں کے تمام لوگوں کو ہم نے پاکستان کا شکر گذار پایا، ان کا کہنا تھا کہ ان صبر آزما حالات میں ہمیں سب سے بڑی مدد پاکستان سے ملی جس نے ہمیں اسلحہ اور دوسری ضروریات فراہم کیں۔ ہمارے گائیڈ ہارون ہوجا، جو سرنگ کی کھدائی میں شریک تھے، انہوں نے ہمیں بتایا کہ سربوں نے سرائیوو کا محاصرہ تین سال جاری رکھا، اور اس دوران روزانہ کی بنیاد پر تقریباً تین سو گولے شہر پر برسائے جاتے تھے۔ شہر کی کوئی کھڑکی ایسی نہ تھی جو سلامت رہی ہو۔ ساڑھے گیارہ ہزار افراد اس جنگ میں شہید ہوئے، اور تقریباً پچپن ہزار افراد زخمی ہوئے۔ لیکن اس سرنگ کے ذریعے ہم نے اسلحہ اور گولہ بارود ہی نہیں، گیس اور بجلی فراہم کرنے کا بھی انتظام کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سرنگ بوسنیا کے مسلمانوں کے صبر واستقلال، ہمت وشجاعت اور پامردی کا ایک شاہکار ہے جس کی نظیر کہیں اور ملنا مشکل ہے۔

یہاں سے ہم سرائیوو شہر کے باہر پہاڑوں اور جھیلوں کا ایک ایسا منظر دیکھنے گئے جو قدرتی نظاروں میں اپنی مثال آپ ہے۔ اگمان نامی پہاڑ کے دامن میں پانچ جھیلیں الگ الگ نکل رہی ہیں جو کہیں ملتی اور کہیں جدا ہو جاتی ہیں، اور ان کے درمیان چھوٹے چھوٹے آبشار گرتے نظر آتے ہیں۔ اس علاقے کو ایک وسیع وعریض پارک کی شکل دیدی گئی ہے جس میں ہر قدم پر ایک نیا منظر دعوت نظارہ دیتا ہے۔

بوسنیا چونکہ سالہا سال علم وفضل کا مرکز رہا ہے، اس لئے یہاں ایک نہایت قیمتی کتب خانہ مشہور ہے جس میں مطبوعات اور مخطوطات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ مذکورہ بالا پارک کی سیر کے بعد ہم اس کتب خانے میں پہنچے جو غازی خسرو بیگ لائبریری کے نام سے موسوم ہے۔ لائبریری کے سربراہ ڈاکٹر مصطفیٰ نے ہمیں بتایا کہ اس میں

عربی، فارسی، ترکی اور بوسنین زبان کے دس ہزار مخطوطات موجود ہیں، اور کل کتابوں کی تعداد بیس ہزار ہے۔ اس کتب خانے کی فہرست اٹھارہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو بروکلمان کی فہرستوں میں بھی موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے اس فہرست کی سی ڈی ہمیں دی، اور کہا کہ ان میں سے جس مخطوطے کو آپ چاہیں، ای میل کے ذریعے منگوا سکتے ہیں، کیونکہ تمام مخطوطات کو اسکین کرلیا گیا ہے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ جنگ کے دوران ان کتابوں کی حفاظت ہمارا سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ ہم نے تمام کتابوں اور مخطوطات کو کیلے کے چھلکوں میں چھپا کر صندوق بنالئے تھے، اور جنگ کے دوران آٹھ مختلف جگہوں پر انہیں زمیں دوز تہ خانوں میں منتقل کرتے رہے۔ اگرچہ سٹی ہال کے کتب خانے میں تقریباً بیس لاکھ کتابیں جل گئیں، لیکن غازی خسرو بیگ لائبریری کی کتابیں اس طرح محفوظ رہ گئیں۔

مغرب کی نماز ہم نے شاہ فہد مسجد میں ادا کی جو سعودی عرب نے ۲۰۰۰ء میں تعمیر کرائی ہے، اور اس وقت سرائیوو کی سب سے بڑی مسجد ہے۔

ہم واپس ہوٹل پہنچے تو وہاں بوسنیا کے ایک معروف اسکالر ڈاکٹر صفوت ہمارے منتظر تھے۔ یہ ازہر کے فارغ التحصیل ہیں، اور متعدد کتابوں کے مصنف، اور اس علاقے میں **الاتحادالعالمی لعلماء المسلمین** کے سربراہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بوسنیا کو سلطان محمد فاتح نے استنبول کی فتح کے صرف آٹھ سال بعد فتح کیا تھا، اور یہاں صدیوں علم وفضل کا چرچا رہا، اور ۱۹۹۲ء کی جنگ اس علاقے میں اسلام کی بقاء کی جنگ تھی جس کے نتیجے میں الحمدللہ تعالیٰ یہاں سے اسلام اور مسلمانوں کو فنا کرنے کا منصوبہ ناکام ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ آزادی کے بعد ہمیں یہاں دو بڑے مسئلوں کا سامنا ہے، ایک تو برطانوی سفارت خانے کی مدد سے یہاں قادیانیوں نے اپنی تبلیغ کا کام شروع کیا ہوا ہے، اور جو مسلمان ان کی حقیقت سے ناواقف ہیں، وہ انہیں بےضرر سمجھ کر ان کے ساتھ لگ رہے ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کے مسلمان سالہا سال سے حنفی مذہب کے پیرو ہیں۔ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ نوجوانوں کو دین کی بنیادوں سے باخبر کرنا ہے، لیکن کچھ لوگ سلفیت کے نام پر یہاں ایسی بحثیں شروع کردیتے ہیں جنہوں نے نوجوانوں کو سخت ذہنی کشمکش کا شکار بنایا ہوا ہے۔

اگلے دن صبح ہم پہلے بوسنیا کے قومی عجائب گھر (میوزیم) دیکھنے گئے جو ۱۹۱۴ء میں قائم ہوا تھا، اور اس میں پتھر کے زمانے سے لیکر خلافت عثمانیہ کے اختتام تک کی یادگاریں جمع ہیں۔ اس میوزیم کے معائنے میں ہماری رہنمائی دو صاحبان نے کی۔ ایک جناب سیاد جو بوسنیا کے باشندے ہیں، اور انہوں نے برطانیہ میں تعلیم حاصل کی

ہے، اور دوسرے ایک قومی ہیرو جناب فُواد جو بوسنیا کے صدر جناب علیجا عزت بیگ مرحوم کے دوست رہے ہیں، اور جنہوں نے بڑی بہادری اور جاں نثاری کے ساتھ بوسنیا کی جنگ میں خود حصہ لیا تھا۔ انہوں نے بار بار ذکر کیا کہ پاکستان اور اس کے عوام نے اس جنگ میں ہماری کتنی مدد کی۔ خلافت عثمانیہ کے دور کی زندگی اور ثقافت کے مظاہرے کے لئے کئی ہال مخصوص ہیں جن میں دکھایا گیا ہے کہ خلافت کے دور میں کونسی شاندار ایجادات ہوئیں، ان کا طرز معاشرت کیسا تھا۔ خواتین کس طرح پردے میں رہتی تھیں، اور شادی بیاہ کے طور طریقے کیا تھے۔

اسی دن ظہر کے بعد ہمیں بوسنیا کے سابق مفتیٔ اعظم جناب مصطفیٰ سیرک نے اپنے گھر پر دعوت دی تھی، چنانچہ ہم ان کے مکان پر پہنچے، اور انہوں نے مجھے یاد دلایا کہ مختلف مقامات پر ان سے میری ملاقات ہوتی رہی ہے۔ ان کے ساتھ کافی دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، اور انہوں نے پہلی بار یہ انکشاف کیا کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب مرحوم جو ایوب خان صاحب کے دور میں پاکستان کے ادارۂ تحقیقات اسلامی کے ڈائرکٹر تھے، اور ان کے تحریف آمیز نظریات کی بنا پر علماء پاکستان نے ان کی مخالفت کی، اور ان کے خلاف مہم چلائی، انہوں نے اپنی عمر کے آخری دور میں اپنے ان نظریات سے رجوع کر لیا تھا۔ خدا کرے کہ یہ بات صحیح ہو۔

میرے بوسنیا آنے کی خبر معلوم کر کے سرائیوو کے مختلف اداروں کی طرف سے دعوتیں ملی تھیں کہ میں اپنے رفقاء کے ساتھ ان کے یہاں جاؤں، لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے سب کی دعوت قبول کرنا مشکل تھا، اس لئے مولانا حنیف صاحب نے آج مغرب کے بعد ایک عمومی اجتماع ہمارے ہوٹل ہی میں رکھ لیا تھا، تا کہ ان سب سے یکجا ملاقات بھی ہو جائے۔ چنانچہ مغرب کے بعد یہ اجتماع ہوا جس میں بوسنیا اور سربیا کے معززین نے بڑی تعداد میں شرکت کی جس میں مساجد کے ائمہ، تاجر حضرات، سرکاری اداروں کے نمائندے اور یونی ورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ شامل تھے۔ بعض حضرات سربیا سے پانچ گھنٹے کا سفر طے کر کے یہاں پہنچے تھے۔

اس کانفرنس میں تلاوت کلام پاک کے بعد مولانا حنیف صاحب نے اپنی تنظیم مسلم ویلفیر انسٹی ٹیوٹ کا تعارف کراتے ہوئے انگریزی میں بڑی اثر انگیز تقریر کی، اور بتایا کہ کس طرح انہیں بلقان کی ریاستوں میں کام کرنے کا داعیہ پیدا ہوا، اور بوسنیا کے مہاجرین کس حالت میں بلیک برن آئے تھے، اور صدر بوسنیا جناب علیجا عزت بیگ صاحب مرحوم سے ان کی کس طرح ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ ان کی تنظیم نے پہلے البانیہ میں کام کا آغاز کیا، پھر اسے مقدونیہ تک وسیع کیا گیا، اور اب ہم اس کام کو بوسنیا میں آگے بڑھانے اور ضروریات کا جائزہ لینے کے لئے یہاں آئے ہیں۔

ان کے بعد مجھ سے عربی میں خطاب کی فرمائش کی گئی۔ میں نے شروع میں بتایا کہ بلقان کے ساتھ ہمارے اکابر دیوبند کا کتنا گہرا اور جذباتی تعلق تھا۔ پہلی جنگ عظیم کے موقع پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح جنگ بلقان کو مدد پہنچانے کی کوشش کی، یہاں تک کہ ہندوستان کی مسلمان خواتین نے اپنے اپنے زیور بلقان کی جنگ میں تعاون کے لئے نچھاور کئے، اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان سے امدادی دستے بلقان روانہ فرمائے جس کے واقعات ہم نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے سُنے، اس لئے ہم اپنے بچپن ہی سے بلقان کے نام سے نہ صرف آشنا تھے، بلکہ اس کی محبت دل میں پیوست تھی۔ آج الحمدللہ تعالیٰ ہمیں براہ راست یہاں آنے کا موقع ایسے وقت ملا ہے جب بوسنیا کے مسلمان ایک خونریز جنگ میں فتحیاب ہو کر یہاں اپنی حکومت قائم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد میں نے اس بات پر اہل بوسنیا کو مبارکباد دی کہ انہوں نے جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد یہاں اسلام کے احیاء کا کام شروع کیا ہوا ہے، اور ان کی حکومت قائم ہونے کے بعد یہاں بڑی تعداد میں مسجدیں قائم ہوئی ہیں۔ لیکن چونکہ اس علاقے پر جبر واستبداد کا ایک لمبا عرصہ گذرا ہے، اس لئے نوجوان نسلوں کے دین کی حفاظت اور ان کی دینی تربیت اب بھی ایک بڑا اہم مسئلہ ہے جسے بڑی حکمت، تدبر اور علماء اور دانش وروں کے باہمی اتحاد کے ذریعے ہی حل کیا جاسکتا ہے۔ میں نے یہاں کی مساجد میں دیکھا کہ تقریباً ہر مسجد میں داخلے کی جگہ پر نماز کا مفصل طریقہ، یہاں تک کہ سورۂ فاتحہ وغیرہ بھی عربی کے علاوہ بوسنین رسم الخط میں لکھی ہوئی ہوتی ہے، تاکہ نوجوان اسے دیکھ کر نماز پڑھ سکیں۔ میں نے تجویز پیش کی کہ ہر مسجد میں عام مسلمانوں کی آگاہی کے لئے ایسے دروس کا سلسلہ باقاعدگی کے ساتھ شروع کرنے کی ضرورت ہے جو مسلمانوں کو بنیادی دینی احکام سے روشناس کراسکیں۔ نیز عام مسلمانوں کے لئے بوسنیا کی زبان میں ایسے عام فہم کتابچے تیار کئے جائیں جو مسلمان اپنے گھروں میں پورے خاندان کے ساتھ رات کو سونے سے پہلے پڑھا کریں۔

تقریر کے بعد سوال وجواب کی ایک طویل نشست ہوئی جس میں حاضرین نے عربی یا انگریزی میں مختلف مسائل کے بارے میں سوالات کئے، اور میں نے ان کے مفصل جوابات دینے کی کوشش کی۔ کانفرنس کے بعد سب عشائیہ میں شریک ہوئے، اور اس کے دوران بھی گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ رات گئے اس نشست کا اختتام ہوا۔

اگلا دن جمعہ تھا جو ہماری واپسی کا دن تھا۔ سرائیوو سے قطر ایرلائنز کے ذریعے دوحہ، اور وہاں سے بفضلہ تعالیٰ بعافیت کراچی واپسی ہوئی۔

☆☆☆

نماز اشراق و نماز چاشت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صبح کے وقت جب آفتاب آسمان پر اتنا اونچا چڑھ جاتا جتنا اوپر
عصر کی نماز کے وقت ہوتا ہے، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز اشراق پڑھتے تھے اور
مشرق کی طرف اس قدر اونچا ہو جاتا ہے، جس قدر ظہر کی نماز کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے، تو
اس وقت چار رکعت چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

اشراق: ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے فجر
کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور پھر سورج نکلنے تک (وہیں) بیٹھا رہا اور اللہ کا ذکر کرتا رہا پھر دو رکعتیں
اشراق کی پڑھیں (پھر مسجد سے واپس آیا) تو اس کو ایک حج اور ایک عمرہ کی مانند اجر ملے گا، پورے حج اور
عمرہ کا، پورے حج اور عمرہ کا، پورے حج اور عمرہ کا۔ (حصن حصین)

نماز چاشت: اکثر علماء فرماتے ہیں کہ چاشت کی نماز مستحب ہے اسے کبھی پڑھ لیا جائے اور کبھی چھوڑ
دیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ اکثر نوافل و تطوعات میں ایسی ہی تھی (یعنی کبھی
پڑھتے اور کبھی چھوڑ دیتے) اکثر صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اسی طرح عمل تھا۔

نماز چاشت کی تعداد اکثر علماء مختلف بیان کرتے ہیں۔ کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت۔ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم سے اسی قدر نقل کی گئی ہیں، اس نماز کی قراءت میں مشائخ کی اوراد میں سورۃ الشمس، سورۃ الضحیٰ، سورۃ اللیل
اور سورۃ الم نشرح مرقوم ہے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ سو مرتبہ پڑھنا بھی ماثور ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ (مدارج النبوۃ)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور میری توبہ قبول فرما، بے شک آپ بہت توبہ
قبول کرنے والے، بخشنے والے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

چند بڑے گناہ

ناحق قتل کرنے کا گناہ

کسی کو ناحق قتل کرنا سنگین گناہ اور جرمِ عظیم ہے، دنیا کی ساری جماعتیں، فرقے اور مذاہب اس پر متفق ہیں، اور احادیثِ طیبہ میں انسانی جان کی حرمت کو بیت اللہ کی حرمت سے بھی زیادہ اہم قرار دیا ہے، اور بعض روایات میں ناحق قتل کرنے کو ساری دنیا کی تباہی سے شدید بتایا گیا ہے۔ اور قرآنِ کریم میں ناحق قتل کرنے والے کی سزا ہمیشہ کے لئے جہنم قرار دی گئی ہے، اور ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور لعنت ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْماً (النساء : ۹۳)

ترجمہ: اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن :۱/۲۸۸)

قرآن مجید میں دوسری جگہ ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کے قتل کے برابر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعاً (المائدة : ۳۲)

ترجمہ : اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے جبکہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلہ لینے کے لئے ہو اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی

وجہ سے ہو تو یہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا، اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔ (آسان ترجمہ قرآن:۱/ ۳۹۹)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کے خلاف قتل کا یہ جرم پوری انسانیت کے خلاف جرم ہے، کیونکہ کوئی شخص قتلِ ناحق کا ارتکاب اُسی وقت کرتا ہے جب اس کے دل سے انسان کی حرمت کا احساس مٹ جائے، ایسی صورت میں اگر اس کے مفاد کا تقاضا ہوگا تو وہ کسی اور کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کرے گا، اور اس طرح پوری انسانیت اس کی مجرمانہ ذہنیت کی زَد میں رہے گی۔ اور جب اس ذہنیت کا چلن عام ہوجائے تو تمام انسان غیر محفوظ ہوجائیں گے، لہٰذا قتلِ ناحق کا ارتکاب چاہے کسی کے خلاف ہو تمام انسانوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ جرم ہم سب کے خلاف کیا گیا ہے۔ اس لئے ناحق قتل کرنے سے بچنا بہرصورت واجب ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناحق قتل کرنے پر بہت سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ ذیل میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

حدیث نمبر ا

عن أبي هريرة رضى الله عنه ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : اجتنبوا السبع الموبقات، قالو: يا رسول الله وماهن ؟ قال : الشرک بالله ، والسحر ، وقتل النفس التى حرم الله الا بالحق ، واكل الربا، وأكل مال اليتيم ، والتولى يوم الزحف ، وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات ، (صحيح البخارى . ۴/ ۱۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور ہو، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کونسی باتیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: خدا کے ساتھ شرک کرنا، اور جادو کرنا، اور اُس جان کا ناحق مارنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، اور سود کھانا، اور یتیم کا مال کھانا، اور جہاد سے بھاگنا، اور پاک دامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

حدیث نمبر۲

عن ابن مسعود قال : لا یزال الرجل فی فسحة من دینه مالم یهرق دما حراما، فاذا أهراق دما حراما نزع منه الحیاء . "(نعیم . عب) "
(کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال . ۱۵/ ۱۴۹)

ترجمہ : حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنے دین کی طرف سے اس وقت تک وسعت اور کشادگی میں رہتا ہے جب تک حرمت والے خون کو نہ بہائے ، جونہی وہ حرمت والے خون کو بہادے گا تو اس سے حیا کھینچ لی جائے گی۔

حدیث نمبر۳

عن عبدالله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لقتل مؤمن أعظم عند الله من زوال الدنیا (سنن النسائی . ۷/ ۹۴)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مسلمان کا قتل کرنا اللہ عزوجل کے نزدیک تمام دنیا کے تباہ ہونے سے زیادہ بڑھ کر ہے۔

حدیث نمبر۴

عن البراء بن عازب أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : لزوال الدنیا أهون علی الله من قتل مؤمن بغیر حق (سنن ابن ماجه . ۲/ ۸۷۴)

ترجمہ : حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کو فنا کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک مومن کو ناحق قتل کرنے سے آسان اور ہلکا ہے۔

حدیث نمبر۵

عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من قتل معاهدا لم یرح رائحة الجنة وان ریحها توجد من مسیرة أربعین عاما (صحیح البخاری . ۱/ ۲۰۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا جس سے معاہدہ ہو تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۶

ماأطيبك وأطيب ريحك، ما أعظمك وأعظم حرمتك، يعنى الكعبة، والذى نفس محمد بيده لحرمة المؤمن أعظم عند الله حرمة منك : ماله ودمه وأن يظن به الا خيرا (ھ ـــــ عن ابن عمر)

ترجمہ: اے خدا کے گھر، کعبۃ اللہ! تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو بھی کتنی عمدہ ہے، تو کتنی عظیم شان والا ہے اور تیری عزت کتنی بلند ہے؟ لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے، ایک مومن کی عزت وحرمت اللہ تعالیٰ کے ہاں تیری عظمت وحرمت سے بڑھ کر ہے، اس کا مال اور خون بہت محترم ہے، اور مومن کے ساتھ اچھا گمان رکھنا چاہئے۔

حدیث نمبر ۷

من أعان على قتل مؤمن بشطر كلمة لقى الله يوم القيامة مكتوب بين عينيه : آئس من رحمة الله ، ھ ـ ق - عن ابى هريرة ؛ طب - عن ابن عباس؛ ابن عساكر . عن ابن عمر ؛ ق . عن الزهرى مرسلاً . (كنزل العمال . ۱۵/ ۳۱)

ترجمہ: جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں قاتل کی امداد ایک کلمہ سے بھی کی تو میدانِ حشر میں جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔ آئس من رحمة الله۔ یعنی یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کردیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسی انسان بالخصوص کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام اور سخت حرام ہے اور بلاشبہ گناہِ کبیرہ ہے، اس لئے اس سے بچنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

☆☆☆

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں.................................(ادارہ)

سوال: صدقۃ الفطر ادا کرنے کے لئے ساڑے تین پاؤنڈ گیہوں کی قیمت ادا کرنی ضروری ہے، یا ساڑے تین پاؤنڈ گیہوں کے آٹے کی قیمت ادا کرنے کی گنجائش ہے؟

جواب: حدیث شریف میں چونکہ گندم کا ذکر ہے، اس لئے اصل اعتبار گندم کی قیمت کا ہے، لہٰذا ساڑھے تین پاؤنڈ آٹے کی قیمت اگر نصف صاع گندم کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو اس سے صدقۃ الفطر ادا ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔(الدرالمختار:۲:۳۶۴)

سوال: ایک شخص امریکہ میں رہتا ہے اور اپنا صدقۃ الفطر پاکستان میں ادا کرنا چاہتا ہے۔سوال یہ ہے کہ وہ کس طرح ادا کرے گا؟ آیا ساڑے تین پاؤنڈ گیہوں یا آٹا ادا کرنا ضروری ہے؟ یا قیمت ادا کرنے کا اختیار ہے؟ اگر قیمت ادا کرنا جائز ہے تو امریکہ کے لحاظ سے ساڑے تین پاؤنڈ گیہوں یا آٹے کی قیمت ادا کرے گا یا پاکستان کے لحاظ سے؟

اس کے متعلق کسی نے جواب دیا کہ پاکستان میں ادا کرنا ہو تو امریکہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔اس کے لئے یہ عبارتیں پیش کی گئیں:

> والمعتبر فی الزکاة فقراء مکان المال ، وفی الوصیة مکان الموصی ، وفی الفطرة مکان المؤدی عند محمد ، وهو الأصح وان رء وسهم تبع لرأسه (الدرالمختار : ۲/ ۳۵۵)
>
> (قوله : مکان المؤدی) ای لا مکان الرأس الذی یؤدی عنه (قوله : وهو الاصح) بان صرح فی النهایة والعنایة بأنه ظاهر الروایة کما فی الشرنبلالیة وهو المذهب کما فی البحر فکان أولی مما فی الفتح من

تصحیح قولهما باعتبار مكان المؤدی عنه . (رد المحتار)(۲/ ۳۵۵)

ثم المعتبر فی الزكاة مكان المال حتی لو كان هو فی بلد ، وماله فی بلد آخر يفرق فی موضع المال ، وفی صدقة الفطر يعتبر مكانه لا مكان أولاده الصغار وعبيده فی الصحيح كذا فی التبيين . وعليه الفتوی كذا فی المضمرات.(الفتاوی الهنديه : ۱ : ۱۹۰)

ان پر اشکال کیا گیا کہ یہ عبارتیں مندرجہ بالا مسئلہ سے متعلق نہیں ہیں ، بلکہ ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقۃ الفطر اس جگہ میں ادا کرنا بہتر ہے جہاں وہ شخص موجود ہے جس پر لازم ہے اور دوسری جگہ بھیجنا نہیں چاہئے ، جیسے کہ لفظ "فقراء" سے (درمختار کی عبارت میں) اور لفظ "یفرق" سے (فتاوی ہندیہ کی عبارت میں) بظاہر معلوم ہوتا ہے ۔ لیکن ضرورت کی بنیاد پر دوسری جگہ بھیجنے کی صورت میں کون سی قیمت کا اعتبار ہے، وہ ان عبارات سے معلوم نہیں ہوتا۔

کسی نے جواب دیا کہ جس جگہ ادا کرنا ہو، وہاں اصل تو گیہوں یا اس کا آٹا دینا چاہئے ۔ قیمت ادا کرنے کی صورت میں اتنی قیمت دینی ضروری ہے کہ لینے والا اپنے شہر میں ان پیسوں سے ساڑے تین پاؤنڈ گیہوں خرید سکے ۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں پاکستان کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ جواب دیجئے اور اشکالات بھی رفع فرمایئے۔

جواب : مذکورہ صورت میں امریکہ میں رہنے والا شخص اگر پاکستان میں صدقۂ فطر ادا کرنا چاہے تو گندم اور قیمت دونوں سے ادا کرنے کا اختیار ہے، البتہ قیمت ادا کرنے کی صورت میں اُس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا جہاں صدقۂ فطر ادا کرنے والا شخص رہتا ہے ، یعنی صورتِ مسئولہ میں امریکہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا ۔ کیونکہ فطرہ کا سببِ وجوب "رأس" ہے، لہٰذا جہاں "رأس" ہوگا وہیں کی قیمت کا اعتبار ہوگا ، جیسے زکوٰۃ میں اُس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوتا ہے جہاں قابل زکوٰۃ مال موجود ہو، کیونکہ زکوٰۃ کا سببِ وجود "مال" ہے ۔(الدر المختار :۲: ۲۸۶) (حاشیہ ابن عابدین :۲: ۲۸۶)

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب وروز

سہ ماہی امتحانات

رئیس الجامعۃ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر سہ ماہی امتحانات ۱۴۴۰ھ بروز پیر ۵؍صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵؍اکتوبر ۲۰۱۸ء سے شروع ہوکر بروز پیر ۱۲؍صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۲؍اکتوبر ۲۰۱۸ء تک جاری رہے۔ اس سے قبل دودن ہفتہ، اتوار تیاریٔ امتحان کے لئے دیئے گئے، جن میں طلبہ ماشاء اللہ بڑے انہماک کے ساتھ امتحان کی تیاری میں مشغول رہے۔ امتحانات کے بعد منگل، بدھ، جمعرات تین دن اساتذۂ کرام جوابی کاپیاں جانچنے میں مصروف رہے۔ ۱۷؍صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۷؍ اکتوبر ۲۰۱۸ء ہفتہ کے روز الحمدللہ اسباق شروع ہوگئے۔ حق تعالیٰ ان تعلیمی سرگرمیوں کو طلبہ کی علمی وعملی ترقی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

حضرت رئیس الجامعۃ دامت برکاتہم کا سفرِ قاہرہ

۶؍۷؍۸؍صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶؍۱۷؍۱۸؍اکتوبر ۲۰۱۸ء پیر، منگل، بدھ تین دن مصر کے شہر قاہرہ میں **"التجدید فی الفتوی بین النظر والتطبیق"** کے عنوان سے ایک کانفرنس منعقد ہوئی **"الامانة العامة لد ور وھیئات الافتاء فی العالم"** کے ادارے نے اس کا اہتمام کیا تھا اور تمام مسلم ممالک کے علماء کرام ومفتیان عظام کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ مفتی جمہوریہ مصر شوقی علام حفظہ اللہ کی طرف سے رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کو بھی کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ حضرت والا مدظلہم سے **ضوابط الافتاء فی المستجدات الاقتصادیة** کے موضوع پر مقالہ لکھنے کی درخواست کی گئی تھی۔

چنانچہ حضرت والا دامت برکاتہم نے بڑی عرقریزی سے مقالہ تحریر فرمایا اور ضعف وعلالت کے باوجود آپ نے مصر کا سفر کیا۔ حضرت والا مدظلہم اور آپ کے صاحبزادے، استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی مولانا ڈاکٹر محمد زبیر عثمانی صاحب حفظہ اللہ ۴؍صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۴؍اکتوبر ۲۰۱۸ء اتوار کے روز قاہرہ، پہنچ گئے تھے۔ کانفرنس کے دوسرے

روز حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے اپنا مقالہ سامعین کے سامنے پڑھا۔ جو ماشاء اللہ کئی لحاظ سے بڑی امتیازی حیثیت کا حامل تھا۔کانفرنس میں پیش کئے گئے دیگر مقالہ جات بھی ماشاء اللہ بہت اچھے تھے جو کتابی صورت میں شائع بھی ہوگئے تھے، الحمدللہ جامعہ دارالعلوم کراچی کی لائبریری میں وہ تمام مقالات محفوظ کرلئے گئے ہیں۔

مصر اپنی تاریخ کے لحاظ سے انتہائی قدیم ملک ہے۔ دنیا کے چند قدیم ترین ممالک میں اس کا شمار ہوتا ہے۔فراعنہ کے زمانے سے بھی پہلے سے یہ ملک آباد ہے۔ وہاں کا بہت ہی تاریخی عجوبہ اہرام مصر بھی قاہرہ کے بالکل قریب ہے، قاہرہ کے عجائب گھر میں موجود فرعون کی لاش آج بھی لوگوں کے لئے عبرت کا نمونہ بنی ہوئی ہے،حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مصر میں پیش آیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں بھی مصر کا ذکر ہے۔قرآن کریم میں ان دونوں نبیوں کے یہ واقعات موجود ہیں۔حضرت عمرو بن العاصؓ اس ملک کے فاتح تھے، اور یہاں سب سے پہلی مسجد حضرت عمرو بن العاصؓ نے تعمیر کی تھی جو آج بھی وہاں موجود ہے اور یہ براعظم افریقہ کی سب سے پہلی مسجد ہے، یہ ملک بے شمار صحابۂ کرامؓ اور اکابر علماء کرام کا مرکز رہا ہے، صحابہ کرامؓ اور بڑے بڑے مشائخ کے مزارات آج بھی وہاں موجود ہیں جن میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت لیث بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت حافظ بن حجرؒ، حضرت علامہ سیوطیؒ، علامہ عینیؒ، علامہ ابن قدامہؒ، امام شافعیؒ اوران کے استاد حضرت وکیعؒ، ذوالنون مصریؒ ان سب حضرات کے مزارات بھی شامل ہیں۔ یہ وہ اکابر علماء کرام مشائخ عظام اور مصنفین ہیں جن کے دینی تقدس اور علمی خدمات کے سامنے پوری دنیا گردن جھکاتی ہے۔

مصر میں الحمدللہ حضرت والا مدظلہم کا تقریباً چھ دن قیام رہا، اس دفعہ وہاں کانفرنس کے دوران پاکستانی علماء اور ہندوستان کے علماء کی ایک بڑی تعداد سے بھی مفید ملاقاتیں ہوئیں اور بہت سے علمی اور ملّی معاملات پر بات چیت رہی، مصر کے مختلف اخبارات وجرائد نے حضرت والا دامت برکاتہم سے انٹرویو بھی کئے، الحمدللہ ۱۰ر صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۰ر اکتوبر ۲۰۱۸ء کو حضرت والا مدظلہم بخیر وعافیت واپس کراچی تشریف لے آئے۔

حق تعالیٰ حضرت والا مدظلہم کے اس دینی وعلمی، دعوتی وتبلیغی سفر کو قبول فرمائے، عالم اسلام کے لئے اس کو خیر اور فلاح کا ذریعہ بنائے۔اور حضرت والا مدظلہم کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے۔آمین۔

حادثۂ فاجعہ

ملک کے عظیم رہنما، مایہ ناز عالم دین، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ ۲۳ر

صفر ١٤٤٠ھ مطابق ٢ر نومبر ٢٠١٨ء بروز جمعہ نماز مغرب سے کچھ قبل ایک قاتلانہ حملہ میں شہید ہوگئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس اندوہناک حادثہ کی اطلاع سے جامعہ دارالعلوم کراچی کے تمام اساتذہ وطلبہ پر عجیب حیرت وافسوس کی کیفیت طاری ہوگئی، نماز عشاء کے بعد اساتذہ وطلبہ رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے پاس جمع ہوگئے، حضرت والا دامت برکاتہم نے اپنے شدید صدمہ کا اظہار فرمایا اور بتایا کہ حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہم سے ٹیلی فون پر بات ہوئی ہے، اس سانحے کی تفصیل معلوم ہوکر مزید رنج ہوا۔ حضرت والا رئیس الجامعہ مدظلہم نے حضرت مرحوم سے اپنے گہرے تعلقات کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ کل تمام طلبہ ان کے لئے ذکر وتلاوت کرکے ایصال ثواب کریں اور ان کی مغفرت وترقی درجات کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ دارالحدیث میں طلبہ نے بخاری شریف پانچ بار ختم کی، بعد ازاں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہم نے دعا کرائی، شعبہ تخصص میں حصن حصین کا ختم ہوا، جہاں حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہم نے دعا کروائی اور جامع مسجد دارالعلوم میں درس نظامی کے دیگر طلبہ نے قرآن کریم کی تلاوت اور آیت کریمہ کا ورد کیا اور اخیر میں حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب مدظلہم نے ختم خواجگان کرانے کے بعد حضرت مرحوم کے لئے دعا کرائی، حق تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات بلند سے بلند تر فرمائیں اور ان کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل وفلاح دارین سے نوازیں ۔قارئین سے بھی حضرت مرحوم کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی میں درجہ سابعہ کے طالبعلم سعید خان پشاوری کے والد صاحب جناب غلام رسول صاحب ٦ر صفر ١٤٤٠ھ مطابق ١٦ر اکتوبر ٢٠١٨ء منگل کے روز حرکت قلب بند ہونے سے وفات پاگئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ درجہ سابعہ ہی کے ایک اور طالب علم سعد خان کے والد صاحب جناب ناصر خان صاحب ١٥ر صفر ١٤٤٠ھ مطابق ٢٥ر اکتوبر ٢٠١٨ء جمعرات کے روز رحلت فرماگئے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ جامع مسجد دارالعلوم کراچی کے خادم محمد سفیان کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دارالقرآن کے استاذ جناب قاری عبدالسلام صاحب کی والدہ محترمہ کا بھی ٤ر صفر ١٤٤٠ھ ١٤ر اکتوبر

۲۰۱۸ء اتوار کے روز انتقال ہوگیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

درجہ متوسطہ کے ایک طالب علم محمد حمزہ موٹر سائیکل کے حادثہ میں زخمی ہوجانے کے بعد چند روز ہسپتال میں زیر علاج رہ کر بروز پیر ۱۹ر صفر ۱۴۴۰ھ کو انتقال کرگئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اس معصوم طالب علم کی نماز جنازہ بعد عشاء دارالعلوم میں ادا کی گئی اور دارالعلوم ہی کے جدید قبرستان میں تدفین ہوئی۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی کامل مغفرت فرماکر درجات عالیہ عطا فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین۔قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

نقد وتبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... تحفة المعتمرين

نام مؤلف .... مولانا محمد شعیب فاروقی

ضخامت ....۱۲۵ صفحات، عمدہ طباعت، قیمت: درج نہیں

ناشر .... مکتبۃ الحسنین، بغدادہ، مردان

حج کی طرح عمرہ بھی عبادت ہے، صاحب استطاعت شخص پر زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا سنت ہے، اس لئے خواتین وحضرات دونوں میں عمرہ کرنے کا رجحان خاصا بڑھ رہا ہے۔ پوری دنیا سے بڑی تعداد میں مسلمان عمرہ کرنے کے لئے حرمین شریفین کا سفر کر رہے ہیں، تاہم بہت سے معتمرین عمرہ کے مسائل سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے جس کی وجہ سے ان سے عمرہ کرنے میں غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں، درست ادائیگی عمرہ کی غرض سے یہ کتاب مرتب کی گئی ہے جس میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سے متعلق مسائل کے ساتھ ساتھ "اغلاط المعتمرین" کے عنوان کے تحت عمرہ کرنے والوں کی غلطیوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

فاضل مؤلف کی یہ اچھی کوشش ہے، البتہ اردو اور کمپوزنگ کے لحاظ سے کتاب میں موجود اغلاط اصلاح طلب ہیں، امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس طرف بطور خاص توجہ کی جائے گی۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... مرام الکلام فی عقائد الاسلام (عربی)

نام مؤلف .... الشیخ عبدالعزیز الفرهاروی رحمہ اللہ

تعلیق وتنقیح .... محمد سلمان حسن

ضخامت .... ۴۰۰ صفحات،عمدہ طباعت، قیمت:۶۵۰روپے
ناشر .... مکتبہ زمزم نزد مقدس مسجد۔اردو بازار کراچی

فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالعزیز پرھاڑوی رحمہ اللہ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ کے مغرب میں واقع "پرھاڑ" نامی ایک بستی میں پیدا ہوئے۔آپؒ کے مزار پر جو کتبہ لگا ہوا ہے اس پر سن ولادت ۱۲۰۶ھ مطابق ۱۷۹۲ء جبکہ سن وفات ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۴ء درج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو علوم وہبیہ عطا فرمائے تھے۔حضرت مولانا موسیٰ خان صاحب روحانی بازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "**بغية الكامل السامي في شرح المحصول والحاصل للجامي**" کے حاشیے میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ قسم اٹھائے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سے ارض پنجاب کو پیدا فرمایا ہے اس وقت سے اب تک شیخ عبدالعزیزؒ سے بڑا کوئی عالم وہاں پیدا نہیں ہوا تو وہ اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا۔مولانا پرھاڑویؒ کی عمر تیس سال سے کچھ ہی سال زائد ہوئی تھی کہ وہ عین جوانی کے عالم میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔حضرت پرھاڑویؒ نے مختلف علوم وفنون میں ایسی ایسی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن کو دیکھ کر انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ اتنی مختصر عمر میں انہوں نے اتنی ساری تصانیف کس طرح تحریر فرمائی ہیں، "النبراس" شرح عقائد کی ایسی لاجواب اور مفصل شرح ہے کہ اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

ضرورت ہے اس بات کی کہ حضرت شیخؒ کی تمام تالیفات کو منظر عام پر لایا جائے اور مدارس کے اساتذہ وطلبہ ان سے خوب خوب استفادہ کریں۔اسی ضرورت کے پیش نظر مذکورہ کتاب کی عمدہ طباعت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ کتاب علم الکلام کے موضوع پر ہے اور اس کے تقریباً تمام عنوانات پر حاوی ہے ہر ہر عنوان پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے فلسفہ کے مسائل بھی ذکر کئے گئے ہیں۔حاشیے میں تحقیق وتعلیق کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔جس میں احادیث کی تخریج کے علاوہ اور بھی بہت سی مفید باتیں تحریر کی گئی ہیں۔شروع میں علامہ مرحوم کا مختصر تعارف اور ان کا منہج تصنیف بھی درج کیا گیا ہے۔

بہر حال یہ ایک عمدہ علمی کاوش ہے جو اہل علم کے سامنے لائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فاضل محقق وناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین۔امید ہے کہ اہل علم اس سے ضرور استفادہ کریں گے۔ (ابومعاذ)

☆☆☆

فرض نماز کے بعد کچھ دیر بیٹھے رہنے کی فضیلت

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ ثُمَّ جَلَسَ فِیْ مُصَلَّاہُ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ : اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ . (مؤطاالامام مالک،صحیح ابن خزیمہ ، مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں ایک آدمی نماز پڑھے پھر اپنی نماز پڑھنے کی جگہ ہی میں بیٹھا رہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ اس پر رحمتیں نازل فرما، اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد اُسی جگہ میں کچھ دیر بیٹھنا اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ فرشتے یہ دعائیں اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے کرتے ہیں لہٰذا ان کی دعاؤں کا قبول ہونا اور مغفرت و رحمت کا ملنا یقینی اور برحق ہے۔